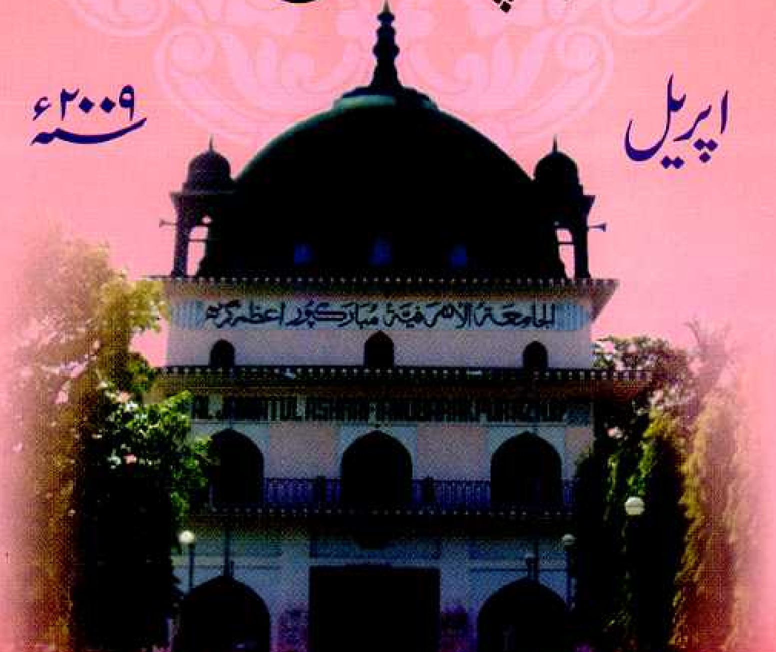
الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی وعلمی ترجمان

ماہنامہ

اشرفیہ

مبارکپور

اپریل ۲۰۰۹ء



مبارک حسین مصباحی

یادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبد العزیز قدس سرہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

زیرِ سرپرستی:

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبد الحفیظ صاحب قبلہ سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

ماہنامہ اشرفیہ

مبارکپور

اپریل ۲۰۰۹ء

ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

جلد نمبر ۳۳ شمارہ ۴

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ	THE ASHRAFIA MONTHLY	قیمت عام شمارہ:
دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴	Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404	قیمت عام شمارہ: 15 روپے سالانہ: 150 روپے
چیک اور ڈرافٹ بنام **مدرسہ اشرفیہ** بنوائیں	کوڈ نمبر —— 05462 دفتر ماہنامہ اشرفیہ —— 250149 الجامعۃ الاشرفیہ —— 250092 دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122	سری لنکا، بنگلادیش، پاکستان، سالانہ 500 روپے دیگر بیرونی ممالک $ 20 امریکی ڈالر 15€ پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org E.mail: info@aljamiatulashrafia.org

مولانا محمد ادریس مصباحی نے نشاط آفسیٹ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

مسلم نوجوانوں کے نام

مبارک حسین مصباحی

2رفروری 2009ء فقیہ اعظم ہند شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ والرضوان کے عرس کی تقریب تھی۔ اس بار ذمہ دارانِ عرس نے عرس کے پوسٹر میں خطابات کے عنوانات بھی شائع کیے تھے۔ عنوانات کی فہرست میں صاحب عرس کے حوالے سے کوئی عنوان نہیں تھا، جب کہ عام طور پر اعراس کے جلسوں میں سارے خطابات صاحب عرس اور صاحب سجادہ ہی کے فضائل ومناقب کے گرد گردش کرتے ہیں اور ان میں بھی بے جا تکرار اور حد درجہ مبالغہ آرائی۔ اعراس کی محفلوں میں روحانی تقریبات کو اپنے میزان پر باقی رکھتے ہوئے دعوت وتبلیغ کا بھی اہم فریضہ انجام دیا جاسکتا ہے۔ خانقاہوں کے مسند نشیں اگر کچھ توجہ اس رخ پر بھی مبذول کردیں تو اہل سنت میں ایک صالح انقلاب آسکتا ہے۔

حضرت شارحِ بخاری کے خلف اکبر ڈاکٹر محب الحق صاحب نے اجلاس میں ہمیں بھی درج ذیل عنوان دے کر امتحان گاہ میں کھڑا کردیا ''مسلم نوجوانوں کی ذمہ داریاں'' فضائل ومناقب کے رسیا عوام کے سامنے اس موضوع پر خطاب کرنا مشکل ضرور تھا، مگر بفضلہٖ تعالیٰ میں اپنا پیغام پہنچانے میں کسی قدر کامیاب ہوگیا۔ اب جب رسالہ پریس جارہا ہے، سوچا اسی موضوع پر کچھ خامہ فرسائی کردی جائے، ہوسکتا ہے کہ کچھ نوجوانوں تک میں اپنا درد دل پہنچا سکوں۔ تحریر اور تقریر دو مختلف چیزیں ہیں۔ جو کچھ میں نے تقریر میں بیان کیا تھا، کوئی ضروری نہیں کہ وہ باتیں میری تحریر میں بھی آجائیں۔

نوجوانی کا دور بلوغ سے 30 برس کی عمر تک ہوتا ہے۔ عمر کا یہ حصہ جسمانی توانائی اور فکری جولانی سے لبریز ہوتا ہے۔ ہر لحہ نت نئی امنگیں مہمیز کرتی ہیں۔ ہر پل دل ودماغ پر ولولہ وترنگ کا رنگ چھایا رہتا ہے، ٹھہراؤ کم، بہاؤ زیادہ ہوتا ہے۔ اخاذ طبیعتیں نئی نئی چیزیں قبول کرنے کے لیے بے قرار ہوتی ہیں۔ یہ دور شخصیت کی تعمیر وترقی کا بھی دور ہوتا ہے اور تخریب وآوارگی کا بھی۔ اگر صحیح راہ مل جائے تو درخشاں مستقبل کی منزل قدم چوم لیتی ہے اور بھٹک جائے تو مستقبل تاریکیوں اور ناکامیوں میں ڈوب جاتا ہے۔ آج گلوبلائزیشن کا دور ہے، جدید ذرائع ابلاغ نے پوری دنیا کو اپنے شکنجے میں کس لیا ہے۔ میڈیا پر اسلام دشمن طاقتوں کا قبضہ ہے، فکریں اغوا کی جارہی ہیں، نوجوانوں کو نت نئے انداز سے فکری ارتداد میں مبتلا کیا جارہا ہے۔ دینی مدارس میں قوم کے دو فی صد طلبہ بھی نہیں آتے اور جو آتے بھی ہیں ان کا تعلق عام طور پر دیہاتوں اور دبے کچلے طبقوں سے ہوتا ہے۔ امیروں کے بچے انگلش میڈیم اسکول میں جاتے ہیں، پھر آگے بڑھتے ہیں تو وہیں سے کالجوں اور یونیورسٹیوں کا رخ کرلیتے ہیں۔ اس طرح عصری تعلیم یافتہ نوجوان عام طور پر یا تو دین کی روح سے نا آشنا ہوتے ہیں یا دین بے زار ہوتے ہیں، جب کہ مسلم نوجوانوں کا ایک بڑا طبقہ معمولی تعلیم یافتہ یا جہالت زدہ ہے۔ اس پس منظر میں مسلم نوجوانوں کے تعلق سے ہم چند باتیں سپرد قلم کرتے ہیں۔

اسلام علم ودانش کا مذہب ہے۔ قرآن کریم کی پہلی آیت کریمہ اقراء یعنی پڑھیے سے شروع ہوتی ہے۔ اسلام نے مردوں اور عورتوں کو تعلیم کا پیغام اس دور میں دیا تھا جب دنیا کی دوسری قومیں خاص طور پر مغربی قومیں جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ مگر افسوس، جس قوم نے دنیا کو کتاب وقلم کا شعور دیا تھا آج انھیں کے ہاتھ کتاب وقلم سے محروم ہیں۔ ملکی سطح پر سچر کمیٹی کی رپورٹ کا آئینہ ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ ہندستان میں تعلیمی اعتبار سے سب سے زیادہ پس ماندہ قوم مسلمان ہے۔ یوں تو حدیث رسول ہے کہ علم ماں کی گود سے لے کر لحد تک حاصل کرو، مگر اس کا اصل دور نوجوانی ہی کا دور ہے۔ مسلم نوجوان آج نہ صرف ہندستانی سطح پر بلکہ عالمی سطح پر پیچھے ہیں۔ ایک جائزہ کے مطابق دنیا کی آبادی میں ہر پانچواں شخص مسلمان ہے، ایک ہندو غیر مسلم کے بالمقابل 2رمسلمان اور ہر ایک یہودی کے بالمقابل 100رمسلمان ہیں۔ تنظیم اسلامی کانفرنس میں 57 ملک شامل ہیں۔ ان تمام اسلامی ملکوں میں یونیورسٹیوں کی تعداد صرف پانچ سو ہے۔ آبادی کے تناسب سے ہر تین ملین یعنی تین لاکھ مسلمانوں پر صرف ایک یونیورسٹی ہے جب کہ امریکہ میں 5758، ہندستان میں 840ر یونیورسٹیاں ہیں، اور مقام افسوس یہ ہے کہ عالمِ اسلام میں ایک بھی یونیورسٹی ایسی نہیں جو دنیا کی پانچ سو اعلیٰ درجہ کی یونیورسٹیوں میں شامل ہوسکے۔ UNDP کے اعداد وشمار کے

مطابق عیسائی ممالک میں 90فی صد لوگ پڑھے لکھے ہیں، ان میں عیسائی اکثریت والے 15رممالک ایسے ہیں جہاں شرح خواندگی صدفی صد بتائی جاتی ہے۔ عالم اسلام میں اوسطاً صرف 40رفی صد لوگ ہی پڑھے لکھے ہیں اور ایسا کوئی ملک نہیں ہے جہاں شرح خواندگی صدفی صد ہو۔(معارف) آج عالمی سطح پر مسلمان جس پس ماندگی اور مظلومیت کا شکار ہیں اس کی بڑی وجہ جہالت اور اعلیٰ تعلیم کا فقدان ہے۔

نشرواشاعت، ٹی وی اور انٹرنیٹ کا ایک خطرناک پہلو فحاشی اور عریانیت ہے۔ نوجوانوں میں فلم بینی کی وبا عام ہے اور فحش لٹریچر ان کی غذا ہے۔ نوجوان عام طور پر انھیں رسائل وجرائد کو پڑھتے ہیں جن میں ہیجان انگیز تصاویر اور شورش انگیز مضامین ہوتے ہیں۔ اے مسلم نوجوانو! تم دنیا کی دوسری قوموں کی طرح آزاد نہیں ہو، تم مسلمان ہونے کی حیثیت سے خیرِ امت کے منصب پر فائز ہو، تمہاری حیثیت مدعو کی نہیں داعی کی ہے۔ کبھی عالم یہ تھا کہ مسلم نوجوانوں کے کردار واخلاق سے متاثر ہو کر لوگ کلمہ پڑھ لیا کرتے تھے۔ مسلمانوں کی تہذیب وتمدن کو آئیڈیل بنایا جاتا تھا۔ مگر افسوس آج مسلم نوجوان مغربی تہذیب کا دلدادہ نظر آتا ہے۔ اس کی نگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سنت نہیں بلکہ فلمی اور کھلاڑی دنیا رقص کرتی ہے۔ اے مسلم نوجوانو! مسلمانوں کی تباہی وبربادی میں غیر کی دست درازی سے زیادہ اپنی کوتاہی اور بدعملی کا اثر ہے۔ جو قوم بے حسی کے نقطۂ انجماد تک پہنچ چکی ہو اس سے مدد الٰہی بھی روٹھ جاتی ہے۔ قوموں کے عروج وزوال کا یہی فلسفہ ابتدائے آفرینش سے آج تک جاری ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی ۔۔۔ نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

نوجوانوں میں سگریٹ نوشی اور نشے بازی کی وبا بھی عام نظر آتی ہے۔ اے مسلم نوجوانو! صحت اللہ کا بہت بڑا انعام ہے، جب عمر ڈھلتی ہے تب اس کا احساس ستاتا ہے، اسی طرح ضیاع وقت کی عادت بھی عام ہے۔ صحت اور وقت ایسی عظیم نعمتیں ہیں کہ ان کی قدر وقیمت کا اندازہ نوجوانوں کو نہیں ہوتا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ سرکار نے ارشاد فرمایا: ’’دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ دھوکے میں ہیں، ایک صحت وتندرستی، دوسرے فرصت وفراغت۔‘‘ اے مسلم نوجوانو! تم اپنا وقت جو ہوٹلوں اور چنڈال خانوں میں ضائع کرتے ہو، یہ وقت تعلیم وتعلم اور ذکر وعبادت میں گزارو۔ اصل بہادری نفس پر قابو پانا ہے، شیطان کے شکار نوجوان ہی زیادہ ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، بزرگوں کا ارشاد ہے کہ مردانگی اور بہادری صرف یہ نہیں کہ آدمی سے جنگ کریں اور اس پر غلبہ پائیں، کافروں سے قتال کریں اور ان پر فتح پائیں، بہادری تو یہ ہے کہ اپنے اس نفس کافر کی گردن اڑا دیں۔ النفس ھی الصنم الاکبر. تمہارا یہ نفس کافر ہی سب سے بڑا بت ہے۔ (مکتوبات دوصدی، ص:522)

اے نوجوانو! تم پر بھی نمازیں اور دیگر فرائض اسی طرح ضروری ہیں جس طرح بڑوں اور بوڑھوں پر۔ جوانی کی عبادت خدائے قدیر کی بارگاہ میں بے حد مقبول ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ قیامت کے دن سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں رکھے گا، ان میں ایک وہ شخص ہے جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گزاری۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے قیامت کے دن انسان اپنے رب کے پاس سے قدم نہیں ہٹا سکتا جب تک ان پانچ چیزوں کے بارے میں اس سے دریافت نہ کر لیا جائے، عمر کہاں کھپائی، جوانی کہاں گزاری، مال کہاں سے کمایا، اور کہاں خرچ کیا اور اپنے علم پر کیا عمل کیا؟

اب ایک آخری بات عرض کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ آج الیکٹرانک میڈیا کا دور ہے ہر نوجوان کے ہاتھ میں موبائل ہے، انٹرنیٹ کی عصری ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور ان دونوں چیزوں کی اسکرین پر سب کچھ دستیاب ہے اور جو باقی ہے وہ بھی آتا جا رہا ہے۔ یہ عملاً ناممکن ہے کہ مسلم نوجوانوں کے ہاتھ سے موبائل چھین لیا جائے یا انٹرنیٹ کو گھروں اور آفسوں سے نکال کر پھینک دیا جائے، اگر کوئی ایسا سوچتا ہے تو اس کے عقلی توازن کے بارے میں ہمیں غور کرنا ہوگا۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ الیکٹرانک میڈیا کو دعوت وتبلیغ کا ذریعہ بنا دیا جائے، ہم نہیں آئیں گے تو ہمارے حریف آئیں گے اور اس کا سخت نقصان اہل سنت کو پہنچ رہا ہے اور مزید پہنچے گا۔ اے نوجوانو! علم دین حاصل کرو اور جدید ذرائع ابلاغ استعمال کر کے اسلام اور مسلک اعلیٰ حضرت کا پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچا دو اور دلوں کے نہاں خانوں کو خشیت الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے تاباں اور درخشاں کر دو۔ ☆☆☆

تعظیم سادات اور اہل سنت کا موقف

مولانا تاج محمد ازہری کی تحریر کا تنقیدی جائزہ

مولانا محمد ساجد رضا مصباحی

جنوری 2009ء کا شمارہ موصول ہوا، اداریہ کے علاوہ مولانا اسحاق رضوی مصباحی کا مضمون ’’مدارس اسلامیہ اور جدید دعوتی تقاضے‘‘ اور مولانا تاج محمد ازہری کا مضمون ’’اسلام میں تغیر نسب: ایک جائزہ‘‘ خاص توجہ کا باعث رہے۔ مولانا تاج ازہری کا مضمون پڑھ کر حیرت واستعجاب کی انتہا نہ رہی۔ کچھ نیا کرنے کے چکر میں ان کا رہوارِ قلم ایک متفق علیہ مسئلہ کے خلاف بدمست شرابی کی طرح چل پڑا ہے اور طرفہ یہ کہ وہ اسی کو اپنی کامیابی کی ضمانت بھی سمجھ رہے ہیں۔

وہ اپنے مضمون کا آغاز ان الفاظ میں کرتے ہیں:

’’کامیاب تاجر وہی ہوتا ہے جو تجارت شروع کرنے سے قبل بازار کا صحیح طریقے سے جائزہ اور معائنہ کر کے مارکیٹ میں وہی سامان فراہم کرتا ہے جس کی لوگوں کو شدید ضرورت ہوتی ہے، یونہی ظفریاب طبیب اسے سمجھا جاتا ہے جو پہلے مکمل یک سوئی کے ساتھ مریض کی نبض پکڑ کر مرض کی تشخیص کرتا ہے اور پھر اس کے بعد دوا تجویز کرتا ہے، بعینہ کامیاب ترین محرر، صاحب قلم اور صحیح معنوں میں رائٹر (Writer) وہی شخص ہوتا ہے جس کی تحریر سماج اور معاشرے کے کرنٹ ایشوز (Current Issues) اور سلگتے مسائل کی عکاسی کر رہی ہو۔ روایتی انداز میں کام کوئی بھی انسان کر سکتا ہے لیکن لطف تو جب ہے کہ کام روایت شکن اور تاریخ ساز ہو۔‘‘ (ماہنامہ اشرفیہ، جنوری 2009، ص:20)

ازہری صاحب نے یہ تاریخ ساز اور روایت شکن مضمون تحریر فرما کر اپنی علمی وفکری بلندی اور کامیاب صاحب قلم ہونے کا واضح ثبوت پیش کر دیا ہے۔ میں نے ان کی اس تحریر کو تاریخ ساز اس لیے کہا ہے کہ انھوں نے اپنے اس مضمون میں چند ایسی موشگافیاں کی ہیں جس کی جرأت تاریخ میں اب تک کسی بھی صاحب عقل وخرد نے نہیں کی، اور روایت شکن اس لیے کہ ازہری صاحب نے عبارت آرائی کے چکر میں علما وفقہا کی سیکڑوں عبارتوں کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ ازہری صاحب کی گل افشانیوں کا ایک مختصر جائزہ احقاق حق اور ابطالِ باطل کی غرض سے قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

’’غور وفکر کے بعد نتیجہ یہی برآمد ہوتا ہے کہ سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی آل واولاد سے ہمیں محبت کرنے کا حکم دیا ہے، ہم نے اس کا مفہوم حقیقی ترک کر کے ایک خودساختہ مفہوم اختیار کر لیا ہے، ہم یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ سید چاہے (معاذ اللہ) فاسق وفاجر ہو تب بھی قابل تعظیم ہے، جب کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ سادات کرام ہمارے لیے لائق صد احترام اسی وقت ہیں جب وہ صحیح النسب ہونے کے ساتھ ساتھ متقی و پرہیزگار ہوں۔‘‘ (حوالہ سابق)

ازہری صاحب کی مذکورہ بالا عبارت کو نہایت سنجیدگی اور غور سے پڑھیے، پھر اس تعلق سے علمائے اہل سنت کا موقف بھی ملاحظہ فرمایئے تو ازہری صاحب کی قلمی بے راہ روی خود بخود طشت ازبام ہو جائے گی۔

علمائے اہل سنت کے نزدیک سید اگرچہ فاسق وفاجر اور بد مذہب ہوں جب تک ان کی بد مذہبی حد کفر تک نہ پہنچے ان کا ادب و احترام اور تعظیم وتکریم تمام مسلمانوں پر واجب وضروری ہے۔ ہاں اگر ان کی گم راہی حد کفر کو پہنچ جائے تو ان کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقطع ہو جائے گی اور وہ قابل تعظیم نہیں ٹھہریں گے۔ ماضی قریب کے عبقری فقیہ ومحدث اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ (1272-1340ھ) ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

’’پھر بھی سید کا فضل ذاتی ہے کہ فسق بلکہ بدمذہبی سے نہیں جاتا جب تک معاذ اللہ حد کفر تک نہ پہنچے، اور سید صحیح النسب بحمدہ تعالیٰ اس سے محفوظ رہے گا...... اور متقی عالم کا فضل عملی ووصفی ہے، ولہذا عالم اگر معاذ اللہ بد مذہب ہو، اس کی تعظیم حرام کہ اس کی عظمت نیابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ

خادم تدریس، جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف

سے تھی اور جب وہ بد مذہب ہوتو نائب شیطان ہوا اور سید کی تعظیم بہ سبب جزئیت حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور جزئیت تابقائے اسلام باقی ہے تو اس کی تعظیم بھی باقی ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج:11، ص:26، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

ایک دفعہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی بارگاہ میں سوال ہوا کہ ایک شخص سید ہے لیکن اس کے اعمال واخلاق خراب ہیں اور باعث ننگ و عار ہیں تو اس سید سے اس کے اعمال کی وجہ سے اور نسبی حیثیت سے اس کی تکریم جائز ہے یا نہیں؟ اور اس سید کے مقابل کسی شیخ، پٹھان وغیرہ کو عمل و تقویٰ کی وجہ سے ترجیح دینا درست ہے یا نہیں؟؟

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اس کا نہایت واضح اور ایمان افروز جواب لکھا:

"سید سنی المذہب کی تعظیم لازم ہے اگر چہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں، ان اعمال کے سبب ان سے تنفر نہ کیا جائے، نفس اعمال سے تنفر ہو، بلکہ اس کے مذہب میں بھی قلیل فرق ہو کہ حد کفر تک نہ پہنچے جیسے تفضیل تو اس حالت میں بھی اس کی تعظیم سیادت نہ جائے گی۔ ہاں اگر اس کی بد مذہبی حد کفر تک پہنچے جیسے رافضی، وہابی، قادیانی، نیچری وغیرہم تو اب اس کی تعظیم حرام ہے کہ جو وجہ تعظیم تھی، یعنی سیادت نہ رہی۔" (فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:22، ص:423، مطبوعہ برکات رضا، پور بندر، گجرات)

خاتم الفقہا والمحدثین شیخ محمد شہاب الدین بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ (909-974ھ) نے تحریر فرمایا:

"ثم اذا تقرر ذلك فمن علمت نسبته إلى آل بيت النبوی و السر العلوی لا يخرجه عن ذلك عظيم جنايته ولا عدم ديانته و صيانته."

یعنی جس کی نسبت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جائے، بڑا سے بڑا گناہ، عدم دیانت وصیانت انھیں اس منصب سے نہیں نکال سکتا۔ (الفتاویٰ الحدیثیہ، ص:166 فصل مالحکمۃ فی خصوص اولاد فاطمہ بالشرف)

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی اور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی مذکورہ بالا عبارتوں سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ سادات کرام فسق و فجور میں مبتلا ہو جانے کے باوجود ہمارے لیے قابل احترام اور واجب التعظیم ہیں کیوں کہ سبب تعظیم یعنی جزئیت رسول اب بھی باقی ہے۔

ازہری صاحب نے اپنے موقف پر آیت مبارکہ: "يا أيها الناس انا خلقنكم من ذكر و انثى وجعلناكم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اكرمكم عند الله اتقاكم۔" اور حدیث پاک: "يأيها الناس ألا ان ربكم واحد، لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی الخ" سے استدلال فرمایا ہے اور اپنی جدید فکر کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کر لیا ہے کہ فضیلت نسبی بالکل باطل ومہجور ہے۔ عظمت و کرامت کا سبب صرف اور صرف تقویٰ و پرہیز گاری ہے، لہذا اگر سادات کرام کے پاس سیادت کے ساتھ تقویٰ و پرہیز گاری بھی ہو تو وہ قابل تعظیم ہیں ورنہ نہیں۔ ازہری صاحب کی متدل مذکورہ بالا نصوص کے تعلق سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی صراحت ملاحظہ فرمایئے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"شریعت نے تقویٰ کو فضیلت دی ہے ان اكرمكم عند الله اتقاكم، مگر یہ فضل ذاتی ہے فضل نسبی منتہائے نسبت کی افضلیت پر ہے، سادات کرام کی انتہائے نسبت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔ اس فضل انتساب کی تعظیم ہر متقی پر فرض ہے کہ وہ اس کی تعظیم نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ج:22، ص:423، مطبوعہ برکات رضا، پور بندر، گجرات)

نیز رسالہ "إراءة الادب لفاضل النسب" (1329ھ) میں تحریر فرماتے ہیں:

"جب کہ احادیث متواترہ سے فضل نسب، فرق احکام و نفع آخرت بلا شبہ ثابت تو امثال حدیث "الا لافضل لعربی علی عجمی ولا لاحمر علی أسود." و حدیث "انظر فانك لست بخير من احمر ولا اسود إلا أن تفضله بتقوى." میں مثل کریمہ "ان اكرمكم عند الله اتقاكم." سلب فضل کلی ہے نہ کہ سلب کلی فضل۔"

یعنی فضیلت کا معیار صرف اور صرف نسب ہی کو نہیں قرار دیا جا سکتا لیکن ایسا ہرگز نہیں کہ نسبت کی فضیلت کوئی فضیلت ہی نہ ہو اور ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے جب کہ خود رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی

نسبت کے امتیاز و افتخار اور دنیا و آخرت میں اس کی عظمت کرامت کا واضح لفظوں میں اعلان فرمادیا ہے۔ فرمان نبوی ہے:

"كل سبب و نسب منقطع يوم القيامة إلا سببی و نسبی." ہر علاقہ اور رشتہ روز قیامت منقطع ہو جائے گا مگر میرا علاقہ اور رشتہ۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

"كل نسب و صهر ينقطع يوم القيامة إلا نسبی و صهری." رواہ ابن عساکر عن عبد الله بن امير المؤمنين عمر رضی الله تعالى عنهما

تمام رشتے قیامت میں منقطع ہو جائیں گے مگر میرے رشتے۔ (اراءۃ الادب لفاضل النسب 1329ھ، ص:28 مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

ازہری صاحب نے اپنے موقف کی تائید کے لیے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: من ابطاء به عمله لم يسرع به نسبه نقل کیا ہے، اور نہ جانے کن مصلحتوں کے پیش نظر حوالہ پیش کرنے کی زحمت نہیں کی ہے۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اپنے رسالہ: "إراءة الادب لفاضل النسب" میں اسی مفہوم کی حدیث پاک: من ابطاء به عمله لم يسرع به نسبه نقل کر کے اس پر جو گراں قدر تبصرہ رقم فرمایا ہے، اس سے ازہری صاحب کا خیالی شیش محل چکنا چور ہو جاتا ہے اور ان کے موقف کے تار و پود تار عنکبوت کی طرح بکھر جاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

"بے شک عذاب کے سپاہی فاسق علما کی طرف سبقت کریں گے جیسے بتوں کے پجاری کی طرف جو عمل میں سست ہوگا، فضل و نسب میں آگے نہ ہوگا۔ حدیث میں من ابطاء به عمله لم يسرع به نسبه کے یہی معنی ہیں، نہ یہ کہ فضل نسب شرعاً محض باطل و مہجور و ہباء منثور، نہ شرافت و سیادت، نہ دنیاوی احکام شرعیہ میں وجہ امتیاز، نہ آخرت میں اصلاً نافع و باعث اعزاز۔ حاشا ایسا نہیں بلکہ شرع مطہر نے متعدد احکام میں فرق نسب کو معتبر رکھا ہے اور سلسلۂ طاہرہ، ذریت عاطرہ میں انسلاک و انتساب ضرور آخرت میں بھی نفع دینے والا ہے۔" (اراءۃ الادب لفاضل النسب 1329ھ، ص: 6 مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی)

سادات کرام پر طنز و تنقید باعث محرومی ہے۔ علمائے کرام نے اس سے بچنے کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ چناں چہ صواعق محرقہ میں امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"ينبغی الا عظاء عن انتقاد هم و من ثم ينبغی أن الفاسق من اهل البيت لبدعة او غيرها انما تبغض افعاله لا ذاته لانها بضعة منه صلى الله عليه وسلم و إن كان بينه و بينها و سائط." (بحوالہ فتاویٰ رضویہ، ج:11، ص:26 مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی)

یعنی سیدوا کی تنقید سے چشم پوشی کرنا چاہیے کیوں کہ اہل بیت کے فاسقوں کا فعل ناپسندیدہ ہے، ان کی ذات ناپسندیدہ نہیں، کیوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا ٹکڑا ہیں اگر چہ ان میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کتنے ہی واسطے ہوں۔

لیکن ازہری صاحب نے کس بے باکی کے ساتھ صحیح النسب سادات کرام کی شان میں طنز و تنقید کے سخت جملے چست کیے ہیں۔ اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے، موصوف لکھتے ہیں:

"درحقیقت ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس موضوع پر قلم خود صحیح النسب سادات کرام اٹھاتے مگر صد افسوس کہ مادہ پرستی، ذخیرہ اندوزی، حب دنیا اور حرص و طمع ان کے بھی دل و دماغ میں اس طرح رچ بس چکی ہے کہ انہیں اپنی جیب بھرنے سے ہی کب فرصت ہے کہ ان غیر ضروری مسائل کی جانب توجہ اور التفات کریں۔ حکیم کا کوئی بھی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا، وہ تو کہیے کہ علام الغیوب جل مجدہ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے صدقہ و زکاۃ کے جو آٹھ مصارف اور مستحقین قرآن میں ذکر فرمائے ہیں ان میں کہیں سادات کرام کا ذکر نہیں کیا ورنہ بقیہ سات مستحقین ایک ایک لقمہ کے لیے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑ دیتے مگر لوگ دخول جنت کی طمع میں بقیہ مستحقین کو محروم رکھ کر صرف اور صرف ایک ہی کو دیتے۔" (ماہنامہ اشرفیہ، جنوری 2009، ص:20)

ازہری صاحب کا یہ اقتباس سادات کرام کی بارگاہ میں کھلی گستاخی اور ان کو اذیت پہنچانا ہے اور اولاد رسول کی اذیت اللہ و رسول کی

اذیت ہے۔ امام ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب شرف النبوۃ میں نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یا فاطمة ان الله یغضب بغضبك و یرضی لرضاك فمن اذی احداً من ولدها فقد تعرّض لهذا الخطر العظیم لانه اغضبها و من احبهم فقد تعرض لرضاها."

یعنی اے فاطمہ، تیری ناراضی سے اللہ ناراض ہوتا ہے اور تیری رضا سے خدا راضی ہوتا ہے۔ تو جو ان کی اولاد میں سے کسی کو اذیت دے تو اس نے بڑی خطرناک بات مول لی، کیوں کہ ان کی اذیت حضرت فاطمہ کو ضرور دکھ پہنچائے گی اور جس نے ان سے محبت کی تو فاطمہ زہرا کی رضا مندی کا حق دار ہوا۔" (بحوالہ فتاویٰ رضویہ، ج:11، ص:27 مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی)

ازہری صاحب کا مضمون جس خاص محور کے ارد گرد گردش کرتا ہے وہ یہی ہے کہ بعض غیر سید افراد بھی دنیاوی مقاصد کے حصول کے لیے اپنا نسب رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے جوڑتے ہیں، جو صحیح و درست نہیں، لہذا اس کے خلاف علمائے کرام اور صحیح النسب سادات کرام کو آواز بلند کرنی چاہیے۔ لیکن علمائے کرام خود اس مرض ناسور کے شکار ہیں اور صحیح النسب سادات کرام بھی "حب دنیا، مادہ پرستی اور حرص و طمع" میں اس قدر مبتلا ہو گئے ہیں کہ انھیں اس عظیم کام کے لیے فرصت ہی نہیں۔ بالآخر ان حالات سے مجبور ہو کر تاج صاحب کو قلم اٹھانا پڑا۔ کاش تاج صاحب اس حساس مسئلے پر اظہار خیال فرمانے سے قبل اس سلسلے میں ہمارے علمائے کرام کی عبارتوں اور فتاویٰ کا مطالعہ فرما لیتے تو شاید ان کی یہ تحریر معرض وجود میں نہیں آتی اور علمائے کرام و صحیح النسب سادات کرام پر اس قدر پرچیں بجبیں نہ ہوتے۔

خاتم الفقہا والمحدثین شیخ محمد شہاب الدین بن حجر الہیتمی المکی سے ایک دفعہ سوال ہوا کہ جب کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ہے، لیکن اس پر کوئی دلیل و قرینہ نہ ہو، مثلاً اخلاق نبوی، حسن سیرت و صورت وغیرہ امور جو صحیح النسب سادات کرام کے امتیازات ہوتے ہیں، تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے۔ فتاویٰ حدیثیہ میں سوال کے الفاظ اس طرح مذکور ہیں:

"و مما یتعلق بهذ السوال إذا ادعی مدع انه من بعض فروع هذه الشجر و انه من العترة المطهرة و لیست له قرائن تدل علی ذالك ولا دلیل یدل علی ما هنا لك...... هل تسلم هذه الدعوىٰ."

اس کے جواب میں شیخ ابن حجر ہیتمی نے لکھا:

"و إن لم یثبت نسبه شرعاً و ادعاه ولم یعلم كذبه تعین التوقف عن تكذیبه لان الناس مامون عن انسابهم فلیسلم له علی حالة، ولا ینبغی للانسان أن یتحسّی سما وهو قادر علی السلامة، وإذا كان المنسوبون لرجل صالح ، یتوقا هم الناس و یعظمونهم لاجل ذالك فما بالك بالمنسوبین إلی سید الخلق كلهم صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اه."

(الفتاویٰ الحدیثیه، ص:166 فصل ما الحكمة فی خصوص اولاد فاطمه بالشرف)

"اگر کوئی شخص سید ہونے کا دعویٰ کرے اور اس کا نسب شرعی طور پر ثابت نہ ہو سکے اور اس کا جھوٹا ہونا بھی معلوم نہ ہو تو اس کی تکذیب کے سلسلے میں توقف کیا جائے، اس لیے کہ لوگ اپنے نسب میں مامون ہیں، انھیں ان کی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ کسی انسان کے لیے زہر پینا مناسب نہیں جب کہ وہ اس سے بچنے پر قادر ہو۔ وہ افراد جو کسی صالح شخص کی طرف منسوب ہوتے ہیں لوگ ان سے بچتے ہیں اور اسی نسبت کے سبب اس کی تعظیم و تکریم بجا لاتے ہیں تو جو لوگ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوں ان کا کیا حال ہوگا۔"

مجدد اعظم امام رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"اور یہ بھی فقیر بارہا فتویٰ دے چکا ہے کہ کسی کو سید سمجھنے اور اس کی تعظیم کرنے کے لیے ہمیں اپنے ذاتی علم سے اسے سید جاننا ضروری نہیں، جو لوگ سید کہلائے جاتے ہیں ہم ان کی تعظیم کریں گے، ہمیں تحقیقات کی حاجت نہیں، نہ سیادت کی سند مانگنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے...... ہاں جس کی نسبت ہمیں خوب تحقیق معلوم ہو کہ یہ سید نہیں ہے اور وہ سید بنے، اس کی ہم تعظیم نہ کریں گے نہ اسے سید کہیں گے۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج:12، ص:125 مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی)

(باقی، ص:13 پر)

فکر امروز

طلبۂ مدارس اوران کی ذمہ داریاں

مولانا محمد ناصر رام پوری

مدارس اسلامیہ کے طلبہ کے حال و مستقبل کو لے کر لوگ اپنے اپنے علم و تجربات اور قیاس و خیال کے مطابق اظہار خیال کرتے رہتے ہیں اور عام طور پر بے چینی و بے اطمینانی ظاہر کرتے ہیں۔ مگر اس سلسلے میں میرا خیال بہت مختلف ہے۔ میں طلبۂ مدارس کے اندر شعوری پختگی اور تہذیبی شائستگی کی چمک دیکھتا ہوں اور شخصی تعمیر و ترقی کے جذبے کے ساتھ دینی و ملی فروغ اور جماعتی ارتقا کی تمنا محسوس کرتا ہوں۔ میں انھیں اقتصادی لحاظ سے بھی کم تر نہیں سمجھتا۔ یہ بے چارے پہلے ہی غریب گھروں سے آتے ہیں، پھر مدرسے کی دینی تعلیم حاصل کر کے بہت زیادہ دولت ہرگز نہیں حاصل کر سکتے اور خاص کر سرمایہ داری کے اس دور میں کہ پیسے سے پیسا کمایا جا رہا ہے۔ دست کاری یا ہاتھ کی کمائی سے تو آدمی گزر بسر ہی کر سکتا ہے۔ مدارس کے طلبہ کھانے کمانے والی تعلیم یوں بھی نہیں حاصل کرتے اور پیشہ وارانہ علوم نہیں سیکھتے۔ بنیادی طور پر وہ دین و شریعت کی باتیں سیکھتے ہیں، جو مادیت سے دور، راست علمی و اخلاقی اقدار پر مشتمل ہوتی ہیں۔ البتہ میں طلبۂ مدارس کو ضروری ہدایات و معلومات کا ضرورت مند ضرور سمجھتا ہوں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ نظام تعلیم یا نصاب تعلیم میں بڑی تبدیلی کی ضرورت نہیں، بلکہ ان کی منصوبہ بند اور مثبت رہ نمائی ہونی چاہیے۔ انشاء اللہ جلد ہی اس کے حوصلہ افزا نتائج نکلیں گے اور سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا۔ میرے نزدیک طلبۂ مدارس وہ سونا ہیں جس پر ہلکی سی گرد پڑی ہوئی ہے، جسے جوہری آسانی سے کھرا ثابت کر دے گا، یا پھر وہ مٹی ہیں جو ذرا سی نمی پا کر بڑی زرخیز ثابت ہوگی۔ ذیل میں اسی جذبے کے تحت کچھ رہ نما باتیں ذکر کی جا رہی ہیں۔ امید ہے طلبۂ کرام استفادہ فرمائیں گے۔

محنت سے دینی تعلیم حاصل کریں: سب سے پہلے طلبۂ مدارس پر یہ ضروری ہے کہ وہ محنت سے دینی تعلیم حاصل کریں کیوں کہ خوش قسمتی سے مدارس میں وہ اسی لیے آئے ہیں اور یہ یقین رکھیں کہ محنت ہی کامیابیوں کا راز ہے اور تمام تر سرفرازیاں محنت ہی کی پیداوار اور اس کی خانہ زاد ہیں۔ علم دین کے لیے محنت آپ کو زبردست عالم و فاضل اور مدرس و محرر بنا سکتی ہے، اور فضل و کمال تو جس میدان میں حاصل ہو جائے آدمی سرخ رو اور سربلند ہو جاتا ہے۔ پھر دینی علم تو وہ نور ہے جو پوری شخصیت کو جگمگا دیتا ہے، ہر مقام پر کام آتا ہے اور ہر مقصد کے لیے معاون قرار پاتا ہے۔ عالم دین کبھی بھٹک نہیں سکتا، وہ دوسروں کے لیے بھی نشان منزل اور رنما ستون ثابت ہوتا ہے۔ یہ سوچ سخت مضر ہے کہ فراغت کے بعد مجھے پڑھانا نہیں ہے، اس لیے محنت کر کے کیا ہوگا۔ یہ سات آٹھ سالہ مدت کو یوں ہی گنوانا اور ضائع کرنا ہے۔ اس سے نہ گھر والے خوش ہو سکتے ہیں، نہ قوم، نہ اساتذہ۔ یہ قوم کے پیسے کو مفت میں اڑانا اور ان کی توقعات کی تذلیل کرنا ہے۔ اگر ہم علوم دین کے لیے کی گئی کوششوں اور محنتوں کا سرسری جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ صرف دینی تعلیم ہی نے کتنوں کو عالمی شخصیت بنا دیا اور رشک و حسد کے قابل اور عزت و شہرت سے ہم کنار کر دیا اور اب سماج پر ان کا قبضہ ہے، سیاست و حکومت پر ان کا دبدبہ ہے۔ وہ جہاں رہتے ہیں، مرکز توجہ بنے رہتے ہیں جہاں جاتے ہیں گہما گہمی لے جاتے ہیں، انھیں احترام و عقیدت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے، ان کے اشارۂ ابرو کی توقع کی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ محنت و کاوش سے علم دین حاصل کرنے والے عظیم شخصیت اور مثالی کردار ثابت ہوتے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ اس لیے دینی تعلیم کے لیے محنت و کوشش کرنے میں سستی و کوتاہی قطعاً نہیں ہونا چاہیے۔

عام مطالعے کی عادت ڈالیں: تعلیم یافتہ باذوق حضرات کے لیے کتب بینی اور مسلسل مطالعہ عظیم روحانی غذا اور زبردست علمی تسکین کا باعث ہے۔ پڑھے لکھے اشخاص کے لیے مسلسل مطالعہ اور کتب بینی سے مفر نہیں۔ چناں چہ مطالعے کی اہمیت کو سمجھیں اور ہمیشہ مطالعے کی عادت ڈالیں، کتابوں کو دوست بنائیں اور محض

شعبۂ عربی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

نصابی کیڑے نہ بنے رہیں اور مزید جاننے اور معلومات حاصل کرنے کی شدید اشتہا اپنے دلوں میں بیدار رکھیں۔ نیز مطالعہ ایک ہی طرح کی کتابوں تک، ایک ہی فن تک محدود نہ رکھیں، بلکہ مختلف کتابوں کو پڑھیں اور گوناگوں معلومات حاصل کریں۔ اس سے وسعتِ فکری کے ساتھ فکری اعتدال اور نظریاتی استحکام پیدا ہوگا۔ شخصیت کی علمی انداز میں تعمیر ہوگی اور مختلف علمی، فکری، سیاسی، سماجی، اقتصادی امور کو سمجھنے اور علمی انداز میں سوچنے اور ان کے متعلق مضبوط نظریات قائم کرنے میں مدد ملے گی۔ علمی حلقوں میں اچھا تعارف بھی ہوگا اور لوگ احترام کی نظر سے دیکھیں گے۔ بعض طلبہ درسیات سے ہٹ کر کچھ بھی پڑھنے کو تضیعِ اوقات سمجھتے ہیں، حتی کہ اخبارات کو بھی۔ وہ کہتے ہیں، ہمیں ابھی درسی کتابیں یاد نہیں ہوئی ہیں۔ یہ غلط ہے، ظاہر ہے، حفظِ قرآن کریم کے لیے کم از کم تین سال لگ جاتے ہیں تو قرآن کریم جیسی کئی ضخیم کتابیں چھ مہینے میں کیسے ازبر ہو سکتی ہیں، تو پھر فضیلت تک کچھ بھی خارجی نہ پڑھا جائے۔ اعتدال یہ ہے کہ معلومات میں تنوع اور مطالعے میں وسعت پیدا کی جائے۔ آپ اسکول میں پڑھتے تو دینیات کے لیے وقت نہیں نکال پاتے۔ اسے تضیعِ اوقات سمجھتے اور اب مدرسے میں پڑھ رہے ہیں تو عصری معلومات سے گریزاں ہیں۔ یہ علمی یک رخی و یک جہتی آج کی ہمہ جہت اور کل رخی دنیا میں سخت نقصان دہ اور مضر ہے۔ اساتذۂ مدارس کو چاہیے کہ وہ طلبہ کو محدود المطالعہ نہ بنا رہنے دیں اور برابر مطالعہ و کتب بینی پر ابھارتے و اکساتے رہیں۔ اچھی اچھی کتابوں کی نشان دہی کریں اور اہم ترین موضوعات کی طرف توجہ دلائیں۔ یہاں میں ان سے یہ بھی التماس کروں گا کہ خدا کے لیے لائبریریوں میں گوناگوں کتابیں فراہم کیجیے، لائبریریوں کا نظام الاوقات درست کیجیے۔ بد اخلاق لائبریرین کو فوراً نکال بھگایئے اور جاہل ہی کیوں نہ ہو، خوش اخلاق، نرم خو، ہم درد و بے لوث شخص کو رکھیے، کڑے ضابطے ہٹایئے اور طلبہ کو ڈانٹیے، جھڑکیے، بھگایئے مت۔ ان کو پیار سے بلایئے، بٹھایئے اور شفقت و نرمی کے ساتھ پیش آیئے۔ طلبہ قوم کا مستقبل ہیں، سفینۂ دین و دانش کے ناخدا ہیں، خدا کے لیے ان پر رحم کیجیے اور باتیں مت بنایئے، ہنسیے اور ٹالیے نہیں۔ خدا کی قسم آپ قوم کا بہت بڑا علمی نقصان کر رہے ہیں۔ بہت بڑا علمی نقصان۔

اردو، عربی، انگریزی درست کریں: طلبۂ مدارس اردو، عربی اور انگریزی تینوں زبانوں پر خصوصی توجہ دیتے رہیں اور تینوں زبانوں میں مشق و مزاولت جاری رکھیں۔ مدارس میں عربی تو پڑھائی ہی جاتی ہے، اس لیے عربی میں کمی اور کم زوری ہونا ہی نہیں چاہیے۔ قصۂ قدیم و جدید میرے نزدیک بے معنی ہے۔ صرف نصابی کتابیں ڈھنگ سے پڑھ لی اور حل کر لی جائیں۔ انشاء اللہ کبھی کوئی پریشانی نہیں آئے گی۔ انگریزی بھی پڑھائی جانے لگی ہے، مگر اس کی تعلیم قابلِ اطمینان نہیں ہوتی۔ یہی بات اردو کے تعلق سے بھی کہی جا سکتی ہے۔ اس لیے ان دونوں زبانوں پر خصوصی محنت صرف کریں۔ اردو کی ادبی و شعری کتابیں برابر مطالعے میں رکھیں۔ اس سے طبیعت میں لطیف ذوق اور خوش گوار احساس پیدا ہوگا۔ املا اور تذکیر و تانیث کی صحت پر گرفت مضبوط کریں۔ انگریزی کم از کم اتنی سیکھ لیں کہ تقریباً انگریزی اخبار پڑھنا اور سمجھنا آجائے۔ مدارس میں بعض طلبہ عربی سے اور بعض انگریزی سے کتراتے اور کنارہ کش رہتے ہیں، حتی کہ ابتدائی انداز کے معمولی جملے بھی نہیں بنا سکتے۔ یہ افسوس ناک بات ہے۔ عربی و انگریزی سے فرار سرتاسر نقصان و خسران ہے۔ یہ عالمی پیمانے پر دو بڑی رابطے کی زبانیں ہیں۔ یہ کثرت ممالک میں بولی جاتی ہیں۔ ان کے بغیر صحیح یہ ہے کہ بڑی سطح پر نہ خدمتِ دین کی جا سکتی ہے اور نہ کسبِ معاش۔ دوسروں کو مانوس و متاثر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اردو بھی بڑی رابطے کی زبان ہے۔ اردو سے وابستگی مادری زبان ہونے کی حیثیت سے بھی ضروری ہے۔ پھر یہ آپ کی تہذیب کا ایک حصہ بھی بن چکی ہے، جسے آپ کو زندہ رکھنا ہے۔ اردو کے بغیر آپ ہندو پاک کے بڑے علمی و ادبی حلقے سے بھی کٹ جائیں گے۔ اردو میں آپ کو بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ہوگی، مگر آپ اچھا نہیں لکھ سکتے، لوگ اسے پڑھنے کی کم ہی زحمت اٹھائیں گے۔ آپ کی تحریریں بے مزہ ہو کر رہ جائیں گی۔ تینوں زبانیں سیکھنے کا بڑا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ آپ انھیں اپنا ذریعۂ معاش بھی بنا سکتے ہیں۔ اخبارات و رسائل کے ادارتی عملے سے جڑ سکتے ہیں۔ بولنے کی اچھی مشق ہو تو ریڈیو اور ٹی وی کے لیے بھی دستیاب ہو سکتے ہیں۔ تجارتی کمپنیوں اور علمی اداروں میں کام کر سکتے ہیں۔ ہر ملک میں دوسرے ملکوں کے سیکڑوں سفارت خانے ہوتے ہیں، وہاں بھی ترجمہ نگاری کے امور وغیرہ انجام دے سکتے ہیں۔ انٹرنیٹ کنکشن

لے کر گھر بیٹھے بھی ضرورت مندوں سے رابطہ کر کے بیسیوں ہزار کی ماہانہ ترجمہ نگاری کر سکتے ہیں اور لوگ ایسا کر بھی رہے ہیں۔ طلبہ سوچ سکتے ہیں، یہ سب کون کرے گا؟

فی الحال سوال یہ ہے کہ آپ خود کفیل کیوں نہیں بننا چاہتے؟ میڈیا سے بھی قریب یا مربوط رہیں گے، لکھنے پڑھنے سے بھی رابطہ رہے گا اور بسا اوقات اندازِ تحریر و طریقۂ تعبیر سے لوگوں کی اچھی ذہن سازی بھی کر سکتے ہیں اور غلط فہمیوں و گم راہیوں سے بھی بچا سکتے ہیں۔ مختلف علمی و اقتصادی میدانوں میں بھی پھیلیں گے اور نظر آئیں گے جو بذاتِ خود خوش کن اور خوش گوار بات ہے۔ خدمتِ دین کا جذبہ رکھنے والے خدمتِ دین بھی کر سکتے ہیں۔ حضرت مولانا یٰسین اختر مصباحی صاحب نے ایک موقع پر تفسیر، حدیث، سیرت پر جماعتی سطح پر کچھ کام نہ کیے جانے نیز عرب ممالک میں جماعتی سطح کی دینی و علمی خدمات کے متعارف نہ ہونے پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ڈھنگ سے فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد کا عربی میں ترجمہ ہی کر ڈالا جائے تو عربوں میں علمی خدمات کے اعتراف کے لیے صرف اتنا ہی کام کافی ہوگا۔ عربی زبان و ادب سے شناسائی بہت ضروری ہے۔ کمپیوٹر بھی ایک مستقل سیکھنے کی چیز ہے اور زمانے کے لحاظ سے ایک مستقل ضرورت ہے۔ طلبہ اس کی تعلیم سے بھی غافل نہ رہیں۔ مدارس میں کمپیوٹر کی تعلیم دی جانے لگی ہے مگر عموماً وافر کمپیوٹر دستیاب نہیں ہوتے جس کی وجہ سے تعلیم قابلِ اطمینان نہیں ہوتی۔ ذمہ دارانِ مدارس کو اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ طلبہ کے مستقبل کا مسئلہ ہے، کوئی معمولی بات نہیں؟

اسکولوں اور کالجوں سے بھی کچھ کچھ کرتے رہیں: طلبہ کو چاہیے کہ مدارس میں رہتے ہوئے علومِ دینیہ کی تحصیل بھی محنت سے کرتے رہیں اور آس پاس کے کالجوں اور اسکولوں سے بھی کچھ نہ کچھ کرتے رہیں۔ علومِ دینیہ کی دنیا میں بلاشبہ علم و لیاقت ہی سب کچھ ہے مگر دنیاوی لحاظ سے کالجوں اور یونیورسٹیوں کی اسناد و دستاویزات کی اہمیت زیادہ ہے۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں کی اسناد و دستاویزات کے بغیر آپ کی کوئی اہمیت نہیں۔ سرکار کے رجسٹر میں آپ تعلیم یافتہ مندرج نہیں ہو سکتے۔ کتنی ہی مراعات تعلیم یافتہ افراد کے لیے خاص ہوتی ہیں۔ حکومتی سطح پر انھیں عزت و وقار کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ انھیں قابلِ قدر مناصب پر سرفراز کیا جاتا ہے۔ مگر آپ ان سب سے دور اور محروم رہیں گے۔ اس لیے نہیں کہ آپ کے پاس علم و لیاقت نہیں، بلکہ اس لیے کہ آپ کے پاس مطلوبہ دستاویزات و مستندات نہیں۔ اس لیے دنیاوی تقاضوں اور ضرورتوں کے پیشِ نظر ان کی فراہمی و دستیابی ناگزیر ہے۔ عربی و فارسی بورڈ لکھنؤ وغیرہ کے امتحانات سے تو کوئی غفلت و سستی برتنی ہی نہیں چاہیے اور یہ خام خیال چھوڑ دینا چاہیے کہ ہمیں ان سب کا کرنا کیا ہے۔ ہمیں تو سیدھے مدرسے میں پڑھانا ہے۔ فراغت کے بعد فوراً ان کی اہمیت محسوس ہونے لگے گی، اور پھر پچھتانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ اساتذہ سے بھی ملتمس ہوں گا کہ وہ طلبہ کو ان باتوں سے مسلسل آگاہ فرماتے رہیں۔ مجھے یہاں یہ لکھتے ہوئے یہ افسوس ہو رہا ہے کہ بعض مدارس میں اس جانب رہ نمائی تو درکنار، ایسا کچھ بھی کرنے پر پابندی لگی ہوئی ہے اور اس تعلق سے ذرا سی بھی سرگرمی و پیش قدمی قابلِ نفرت و لائقِ اخراج جرم گردانی جاتی ہے۔ بعض دانش وروں کا کہنا ہے کہ اس طرح کرنے پر لڑکے بی۔اے۔ اور ایم۔اے۔ ہی کے چکر میں لگ جائیں گے اور اسی کو ہدف و مقصد بنا لیں گے، جب کہ کچھ دیگر عقل مندوں کا خیال ہے کہ یہ قوم کے پیسے سے پل کر اپنا الو سیدھا کرنا ہے۔ یہ نمک حرامی ہے، بغاوت ہے وغیرہ۔ خیر یہ تفصیل طلب موضوع ہے، جس پر انشاء اللہ پھر کبھی گفتگو ہوگی۔

اچھے لوگوں سے ملتے رہیں: اچھے لوگوں سے مراد مختلف میدانوں کے مختلف لوگ ہیں۔ لہٰذا یہ اچھے لوگ دینی مدارس کے علما و اساتذہ بھی ہو سکتے ہیں اور عصری جامعات کے معلمین و پروفیسران بھی۔ اخبارات و رسائل کے صحافیان و مدیران بھی ہو سکتے ہیں اور سیاسی میدانوں کے زعما و لیڈران بھی اور ان کے علاوہ بھی۔ طلبہ کو بلا جھجک اور بلا امتیاز ہر اچھے شخص سے ملنے اور بات چیت کرنے کی عادت اختیار کرنی چاہیے۔ اچھے لوگوں کے بیانات اور تحریریں بھی گوش گزار اور نظر نواز کرنی چاہئیں اور ان کی سوانح حیات بھی۔ ان سب میں خاص کر یہ تلاش کرنا چاہیے کہ وہ کیوں کر کامیاب ہیں اور ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں۔ عصری اداروں میں جانا اور وہاں مختلف طلبہ سے تبادلۂ خیال کرنا بھی فائدہ مند ہوگا۔ عصری اداروں کے ماحول کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا

موقع ملے گا۔ طلبۂ جامعات کے ذہنی میلانات و رجحانات سے آگاہی حاصل ہوگی۔ دنیاوی ضرورتوں اور دینی قدروں کی اپنی اپنی اہمیت کا احساس و ادراک ہوگا۔ اپنے مستقبل کی سمت قبلہ بھی درست تر کرنے میں مدد ملے گی اور اس سلسلے میں سنجیدہ غور و فکر کا موقع دستیاب ہوگا۔ مدارس میں رہتے ہوئے طلبہ کے سامنے محدود امکانات ہی ہوتے ہیں جب کہ طلبہ کے مزاج و طبیعت میں بڑا اختلاف و تنوع پایا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہایت ہی کم طلبہ فطری طور پر مناسب اہداف متعین کر پاتے ہیں جب کہ طویل ماحولیاتی اثر پذیری کے نتیجے میں طلبہ کی بڑی تعداد فطرتاً غیر مناسب مقصد و ہدف طے کر لیتی ہے اور اتنی ہی بڑی تعداد مسلسل کش مکش کا شکار رہتی ہے اور جب یہ طلبہ دینی تعلیم سے فارغ ہوتے ہیں تو خود کو ایسے چوراہے پر کھڑا محسوس کرتے ہیں جہاں سے کسی بھی راستے پر جانا اور کسی بھی راستے پر نہ جانا دونوں برابر معلوم ہوتا ہے۔ وہ نہ خود کو کسی منزل پر محسوس کرتے ہیں اور نہ کسی سمت منزل پر۔ ان کی زندگی یہاں بکھر کر رہ جاتی ہے۔ اس وقت ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیا کریں۔ اس لیے طلبۂ کرام سے مخلصانہ و دردمندانہ گزارش ہے کہ وہ مستقبل کی طرف سے بے فکر نہ رہیں۔ وہ مدارس میں پڑھتے بھی رہیں اور جو کرنے کے لیے ان سے کہا جا رہا ہے اسے بھی کریں اور چل پھر کر ماحول کو دیکھتے اور سمجھتے بھی رہیں اور یہ خیال ترک کر دیں کہ انھیں صرف مسجد یا مدرسے میں رہنا ہے، کسی اور میدان میں جانا ہی نہیں۔ یہ سوچ غلط اور یہ فیصلہ قبل از وقت ہے۔ ناچیز نے بہ کثرت طلبہ سے مل کر ہی یہ نتیجہ نکالا ہے۔

ہدف متعین کریں: ہدف متعین کرنے کا مطلب ہے یہ طے کرنا کہ بنیادی طور پر آئندہ زندگی کس نہج پر گزارنا ہے۔ ہدف کی تعیین بہت ضروری ہے۔ اس کے بغیر زندگی کبھی منظم نہیں گزاری جا سکتی اور کبھی مستقل و مستحکم نہیں رہا جا سکتا۔ ہدف کی تعیین کے سلسلے میں ضروری ہے کہ کامل غور و فکر اور سنجیدگی و متانت سے پہلے جادہ و منزل کی تعیین کی جائے اور اس کے بعد دماغ ادھر ادھر نہ دوڑا کر اور جہاں تہاں ہاتھ پیر نہ مار کر مکمل یک سوئی، اور بھرپور اعتماد و یقین کے ساتھ حصولِ ہدف کی کوششوں میں منہمک و مشغول ہو جائے۔ اپنے فیصلے پر مطمئن رہے اور اپنے کام سے خوش رہے۔ یہی کامیابی کی دلیل ہے۔ انشاء اللہ ضرور کامیابی ملے گی۔

طلبۂ مدارس کے تعلق سے عام طور پر یہ شکوہ کیا جاتا ہے کہ ان کا کوئی واضح ہدف متعین نہیں ہوتا، لیکن اس سلسلے میں غور و خوض کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ طلبۂ مدارس کے سامنے کئی طرح کی پریشانیاں ہوتی ہیں۔ مثلاً بعض طلبہ کی خواہش گھر والوں کی خواہش کے مطابق نہیں ہوتی۔ گھر والے لڑکے کو عالم و فاضل دیکھنا چاہتے ہیں، اور لڑکا کچھ اور پڑھنا یا کرنا چاہتا ہے۔ بعض طلبہ کہتے ہیں کہ ہم تو والدین کی خواہش پوری کرنے کے لیے یہاں پڑھ رہے ہیں، ہمیں اس لائن میں نہیں رہنا ہے، ہمیں تو فلاں کام کرنا ہے یا فلاں چیز سیکھنا ہے۔ اساتذہ و معلمین بھی کبھی کبھی طلبہ پر اپنی مرضی تھوپتے اور ان پر اپنا دباؤ بنائے رکھتے ہیں۔ وہ یہ سوچتے ہی نہیں کہ طلبہ بھی مختلف طبیعتیں رکھتے ہیں اور مختلف صلاحیت لے کر پیدا ہوتے ہیں، جس کی مناسبت سے انھیں مختلف میدانِ عمل درکار ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ جو ہم سوچ رہے ہیں وہ ان کے حق میں مفید ہے، وہ یہ غور نہیں کرتے کہ جو ان کی طبیعتیں چاہتی ہیں وہی ان کے حق میں بہتر ہے۔ وقت اور پیسا بھی مناسب ہدف کی تعیین میں بڑی رکاوٹ بن جاتا ہے۔ سنجیدہ غور و فکر کے بعد ہم اس نتیجے پر بھی پہنچتے ہیں کہ مدارس کا نصابِ تعلیم طلبہ کو عموماً ایک ہی رخ پر ڈھالنا چاہتا ہے اور اس میں تنوع نہیں ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طلبہ کو دل پسند ہدف نہیں مل پاتا اور وہ کش مکش ہی میں وقت گزار دیتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں طلبہ، امام، خطیب، مدرس، مصنف، مبلغ، مفسر، محدث، مفتی وغیرہ جو چاہیں بن سکتے ہیں مگر غالب کے یہ خیالات دل بہلانے ہی کے لیے اچھے اور بھلے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ متذکرہ امور میں تنوع بہت کم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک باصلاحیت عالم ان میں سے سب کچھ ہو جاتا ہے اور بے صلاحیت شخص امام مسجد سے آگے نہیں بڑھ پاتا ہے۔ یہ بات متذکرہ امور کے عدم تنوع پر دال ہے۔

دوسری دلیل طلبہ کو سب کچھ بنانے کے لیے یکساں نصاب تعلیم کا ہونا ہے۔ یہ بات پہلی دلیل کی وضاحت بھی کہی جا سکتی ہے۔ گویا اہل مدارس کو اعتراف ہے کہ متذکرہ امور میں کوئی خاص تنوع نہیں، لہٰذا یکساں نصاب نافذ کر دیا جائے۔

میں یہاں وضاحت کر دوں کہ میرا مقصد علم دین کے میدان میں یکساں نصاب تعلیم پر بے چینی و بے اطمینانی ظاہر کرنا نہیں اور نہ اس کی مستقل اہمیت و افادیت اور ضرورت کو کم سمجھنا یا کم کرنا ہے،

بلکہ اس پر شکوہ کرنا ہے کہ مسائل کو سمجھے بغیر شکوہ سنجیاں کیوں کی جاتی ہیں۔ مناسب ہدف کی تعیین میں بے خبری و لاعلمی بھی عظیم رکاوٹ ہوتی ہے اور اسی طرح مناسب رہ نمائی کا نہ ہونا بھی بڑی وجہ ہے۔ طلبہ غریب گھروں سے آتے ہیں، والدین عموماً انگوٹھا ٹیک ہوتے ہیں، وہ بھلا ان کی کیا رہ نمائی کر سکتے ہیں۔ چناں چہ طلبہ پڑھائی دیر سے شروع کرتے ہیں، لاپروائی سے پڑھتے ہیں اور عمر کا بڑا حصہ گزار کر پڑھائی مکمل کرتے ہیں۔ جس کا مطلب ہوا کہ انھیں بائیس پچیس سال کی عمر تک گھر سے کسی طرح کی تعلیمی و تربیتی رہ نمائی نہیں ملتی۔ مدارس کی زندگی بھی کچھ یوں ہی گزرتی ہے۔ تو یہی سب وجوہات ہیں جن کے پیشِ نظر طلبہ تعیینِ اہداف نہیں کر پائے۔

اب رہا یہ سوال کہ ان مشکلات کا کوئی حل بھی ہے؟ تو جہاں تک میں سمجھتا ہوں مضمون میں ذکر کی گئی باتوں پر عمل کرنے سے مسئلہ حل یا سہل ہو سکتا ہے۔ مدارس میں ایک ایسی بیداری مہم بھی چلانے کی ضرورت ہے جس کا مطلب طلبہ کو وقت کی قیمت کا احساس دلانا، علم و صلاحیت کی اہمیت کا اعتراف کرانا اور محنت و کوشش پر ابھارنا اور اکسانا ہو۔ ان کے سامنے مزید تعلیمی و اقتصادی امکانات روشن کرنا اور خواہش مند طلبہ کو ان کی انگلی پکڑ کر ان امکانات کے دروازے تک پہنچانا بھی مہم کا خاص مقصد ہو۔ طلبہ کے سامنے سے بے خبری اور لاعلمی کا پردہ ہٹانا بھی از حد ضروری ہے۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ مدارس کے طلبہ مستقبل کی فکر تو بہت کرتے ہیں اور کچھ اہم بننا اور کرنا چاہتے ہیں مگر اکثر اوقات خود کو بے خبر اور تنہا پا کر ہمت ہار جاتے ہیں۔ شاید کہا جائے کہ تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ معلومات تو بہم پہنچائی جا رہی ہیں اور قدم قدم پر مدد و معاونت کا یقین بھی دلایا جا رہا ہے، مگر میرے نزدیک یہ ناکافی ہے۔ میرے نزدیک کافی یہ ہے کہ اسٹیج سے اتر کر اور ہاتھ سے قلم رکھ کر سیدھے طلبہ کے پاس جایا جائے، ان سے بات چیت کی جائے، انھیں مختلف معلومات فراہم کی جائیں، انھیں مانوس کیا جائے اور مدد و معاونت کا یقین دلایا جائے۔ ممکن ہو تو اہم تعلیمی اسفار کرائے جائیں، گویا ان سے دوستی کر لی جائے اور یہ سب کچھ متواتر اور مخلصانہ ہو۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ایسا کچھ کر لیا جائے تو طلبہ کے درمیان ایسا خوش آیند اور تعمیری انقلاب رونما ہوگا کہ دنیا پھٹی نگاہوں سے دیکھے گی اور معترضین کے منہ حیرت سے کھلے کے کھلے رہ جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ☆☆☆

(ص:8 کا بقیہ) مذکورہ بالا عبارتوں سے واضح طور پر یہ معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی غیر سید اپنے آپ کو سید کہتا ہے اور اس کا سید نہ ہونا ہمارے نزدیک ظاہر نہیں ہے تو اس سلسلے میں ہمیں طعن و تشنیع اور طنز و تنقید کے بجائے خاموشی اختیار کرنی چاہیے، بلکہ ہم پر اس کی تعظیم و تکریم لازم ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا وبال اس کے سر ہوگا۔

ازہری صاحب کے مضمون کا علمی جائزہ پیش کرنے کے لیے صفحات درکار ہیں۔ میں نے یہاں صرف چند خاص امور کی نشان دہی کی ہے۔ اب اخیر میں (ازہری صاحب سے معذرت کے ساتھ) ان کے ایک اور ''تاریخی کارنامے'' کا انکشاف کرتے ہوئے رخصت ہوتا ہوں۔

ماہ نامہ اشرفیہ نو بر و دسمبر 2008ء کے شماروں میں ازہری صاحب کا مضمون ''معلم کائنات کی شادیوں کے پاکیزہ مقاصد'' دو قسطوں میں شائع ہوا۔ دونوں قسطیں میرے مطالعہ میں آئیں۔ ماہ نامہ اشرفیہ کے نام اپنے ایک مکتوب میں میں نے پسندیدگی کا اظہار بھی کیا، لیکن بڑی حیرت اس وقت ہوئی اس کے چند ہی دن کے بعد جسٹس پیر کرم شاہ ازہری کی معروف کتاب ''ضیاء النبی'' کے مطالعہ کا اتفاق ہوا۔ موصوف نے اپنا پورا مضمون ضیاء النبی جلد: 7، ص:479 سے 517 تک بعینہ لفظ بلفظ نقل کر کے اپنے نام شائع کروایا تھا (قارئین درج بالا حوالے کے مطابق اطمینان کے لیے ضیاء النبی دیکھ سکتے ہیں)۔ اب تاج صاحب جیسے بالغ نظر، روشن خیال، اور کامیاب صاحب قلم کو کون بتائے کہ تحریر و قلم کی دنیا میں یہ کتنا معیوب اور ناپسندیدہ فعل ہے؟

تاج صاحب! یقیناً لطف ان ہی کاموں میں ہے جو تاریخ ساز اور روایت شکن ہوں۔ اپنی جماعت کے جمود و تعطل کو ختم کرنے کے لیے اس کی شدید ضرورت بھی ہے۔ لیکن ہماری ساری سرگرمیاں ایک حد اور دائرے کے اندر ہونی چاہئیں۔ فقہ و حدیث کے متفق علیہ اور مسلم مسائل پر تنقید و تبصرہ اور طرح طرح کی موشگافیوں کے ذریعہ سنسنی اور ہیجان برپا کر کے دین کی خدمت کا تصور دیوانے کے خواب سے زیادہ کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح لکھنے، صحیح بولنے اور صحیح راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

غلط روی سے منازل کا بعد بڑھتا ہے
مسافرو! روشِ کارواں بدل ڈالو

☆☆☆☆☆

شہدا کی پکار

پہلی قسط

غدارانِ اسلام کی خوں چکاں داستان

ماضی اور حال کے تناظر میں

محمد اسمٰعیل بدایونی

رات کی تاریکی اور سناٹے میں قسطلہ کے شاہی محل میں ازابیلا اور فرڈی نینڈ تخت شاہی پر بیٹھے ہوئے تھے دونوں کے چہروں سے فکر و تفکر کے آثار نمایاں تھے۔

بدر بن مغیرہ نے اسپین کے صلیبی حکمرانوں کی راتوں کی نیندوں کو اڑا دیا تھا۔

فکر و پریشانی کی اس تلخی کو کم کرنے کے لیے ملکہ ازابیلا نے مصنوعی مسکراہٹ کو چہرے پر سجاتے ہوئے فرڈی نینڈ سے کہا آپ اتنے پریشان کیوں ہیں میرے خیال میں غرناطہ کا خراج اتنی بڑی رقم نہیں جس کے لیے آپ اس قدر فکر مند ہوں۔

فرڈی نینڈ نے جواب دیا ملکہ میں خراج کے لیے پریشان نہیں، جتنی رقم مجھے ابوالحسن بطور خراج ادا کرتا تھا اس سے کئی گنا زیادہ مجھے سرحدی چوکیوں پر خرچ کرنا پڑتی ہے لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ ابوالحسن کا خراج دینے سے انکار اس بات کا ثبوت ہے کہ اسے اپنی قوت پر بھروسہ ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ آج غرناطہ کے تخت کا دوسرا دعوے دار نہیں۔

اب تک ہماری کامیابیوں کی ضامن ہماری تلوار سے زیادہ مسلمانوں کی آپس کی پھوٹ تھی۔

عالیجاہ آپ پریشان نہ ہوں اگر غرناطہ کے مسلمان متفق ہو بھی گئے ہوں تو مجھے یہ امید نہیں کہ وہ ہمارے خلاف سر اٹھائیں گے انہیں قرطبہ، طلیطلہ اور اشبیلہ کے باغیوں کا انجام نہیں بھولا ہوگا۔

بادشاہ نے کہا ملکہ تم اس زمانے کی بات کر رہی ہو جب ہسپانوی، بربری اور عربی النسل مسلمان آپس میں برسر پیکار تھے ہمارے اسلاف نے اپنی قوت سے زیادہ ان کے انتشار سے فائدہ اٹھایا تھا اور اسپین کے تین حصوں پر قابض ہو گئے تھے۔ ورنہ یہ بات ماننے کے لیے میں تیار نہیں کہ اگر مسلمانوں کی صفوں میں اُسی طرح اتحاد ہوتا جیسے صلیب کے بیٹوں میں ہے تو ہم مر کر بھی ان پر فتح حاصل نہیں کر سکتے تھے۔

عالیجاہ! یہ مریم مقدس کی نظر عنایت تھی کہ وہ آپس میں زبانوں اور فرقوں کے نام پر تقسیم ہو گئے۔

کاش مریم مقدس کی نظر عنایت سے قرطبہ اور طلیطلہ کی طرح غرناطہ کے مسلمان بھی آپس میں بٹے رہیں۔ ورنہ میں جانتا ہوں کہ ان کا اتحاد بڑے سے بڑے دشمن کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا کرتا ہے یہ منتشر ہوں تو ہوا کے معمولی جھونکوں کے سامنے ریت کے انبار ثابت ہوتے ہیں اور اگر متحد ہو جائیں تو بڑے سے بڑے طوفانوں کے لیے ایک ناقابلِ تسخیر چٹان ثابت ہوتے ہیں۔

میرے جاسوسوں نے مجھے رپورٹ دی ہے کہ غرناطہ کے چند علما انہیں اسلام کے نام پر ابھارنے کی کوشش کر رہے ہیں اگر یہ صحیح ہے تو میں ابوالحسن کے ان الفاظ کو ایک کھلی دھمکی نہیں سمجھتا کہ اب ہمارے دارالضرب میں خراج کے لیے سونے اور چاندی کے سکوں کے بجائے فولادی کی تلواریں بنتی ہیں۔

ملکہ یہ سچ ہے کہ مجھے اپنی فوج کی بہادری اور شجاعت پر بالکل بھروسہ نہیں یہ کسی بھی جگہ پیٹھ دکھا سکتے ہیں مجھے اگر بھروسہ تھا تو اس بات پر تھا کہ میں اہل غرناطہ کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھالوں گا۔

عالیجاہ اگر ہم سرحدی عقاب کو ایک خودمختار حکمران تسلیم کر لیں اور اس کے ساتھ غرناطہ کے خلاف معاہدہ کر لیں۔

نہیں ایسا نہیں ہو سکتا کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو نہ بکتے ہیں اور نہ جھکتے ہیں انہیں ذلت کی زندگی سے عزت کی موت زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ اگر ابوالحسن نے ہمارے خلاف بغاوت کا اعلان کیا تو وہ بلا تامل ابوالحسن کا ساتھ دے گا۔

اس دوران دربان اندر داخل ہوا اور جھک کر سلام کرنے کے بعد بولا: ابوداؤد حاضر ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔

فرڈی نینڈ نے برہم ہو کر کہا ”ہم نے حکم دیا تھا کہ اسے فوراً ہمارے سامنے پیش کیا جائے“۔

فوجی افسر الفاظ سے زیادہ آواز سے مرعوب ہو کر جلدی سے سلام کرنے کے بعد نکل گیا۔

ملکہ نے کہا: عالیجاہ کیا آپ کو بھروسہ ہے کہ ابوداؤد غرناطہ جا کر بھی ہمارا وفادار رہے گا؟

بادشاہ نے جواب دیا کہ بدر بن مغیرہ کے باپ مغیرہ جس نے ہماری فوجوں کو لوہے کے چنے چبوا دیئے تھے اس شیر کو پکڑوانے کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے ہمارا اعتماد حاصل کر چکا ہے۔

ابوداؤد کمرے میں داخل ہوا اس کی عمر 45 سال کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی شکل و صورت سے ہسپانوی اور عربی النسل سے مخلوط معلوم ہوتا تھا اس کے چہرے پر نوجوانوں کی تازگی تھی، سیاہ جبہ اور سفید عمامہ پہنے ہوئے تھا۔

ابوداؤد نے آگے بڑھ کر پہلے بادشاہ اور پھر ملکہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور دو تین قدم پیچھے ہٹ کر ادب کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

بادشاہ نے خالی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا بیٹھ جاؤ۔ ابوداؤد نے جھجکتے ہوئے کہا۔

غلام کو حکم عدولی کی جرأت نہیں لیکن یہ ضرور عرض کروں گا کہ اپنے بادشاہ اور ملکہ کے سامنے کھڑا ہونا میرے لیے بہت بڑی عزت ہے۔

فرڈی نینڈ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ: بادشاہ اور ملکہ تمہیں بیٹھنے کا حکم دیتے ہیں۔

غلام کو سرتابی کی مجال نہیں یہ کہہ کر ابوداؤد کرسی پر بیٹھ گیا۔

فرڈی نینڈ نے کہا ابوداؤد ہم یہ سمجھتے ہیں کہ قدرت کے اشارات تم پر ہمارے مقدس راہبوں سے پہلے ظاہر ہو جاتے ہیں ہم تمہاری ذہانت کا ایک اور امتحان لینا چاہتے ہیں۔ بتاؤ وہ مشکل جو آج ہمیں درپیش ہے، کیا ہے؟

ابوداؤد نے جواب دیا۔ اگر غلام اپنے آقا کے سامنے اپنی معمولی عقل و دانش کا مظاہرہ کرے تو یہ بھی ایک گستاخی ہوگی۔ بہرحال حضور کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ شاید شہنشاہ والا تبار کی یہ خواہش ہے کہ ان کا یہ ادنیٰ غلام غرناطہ جائے۔

فرڈی نینڈ نے کہا اگر تم ایک راہب کا لباس پہن کر ہمیں یہ جواب دیتے تو ہم اسے تمہاری روحانیت کا کرشمہ سمجھتے لیکن ہم جانتے ہیں کہ تم اپنی عقل سے زیادہ کسی چیز کے قائل نہیں۔ بتاؤ تم نے یہ اندازہ کیسے لگایا کہ تمہیں ہم غرناطہ بھیجنا چاہتے ہیں۔

غلام کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ابوالحسن نے خراج دینے سے انکار کر دیا ہے اس کے بعد غلام کو یہ معلوم ہوا کہ شہنشاہ والا تبار نے امرا کا ایک اجلاس طلب کیا ہے امرا کا یہ اجلاس برخاست ہونے سے تھوڑی دیر بعد حضور کا ایلچی میرے پاس پہنچا میرے لیے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ ایسے حالات میں مجھ سے کیا توقع کی جا سکتی ہے میں جانتا ہوں کہ اگر ابوالحسن کے خلاف مجھے آپ کسی مورچے پر بھیجنا چاہتے ہیں تو وہ صرف غرناطہ ہو سکتا ہے۔

تو تم نے یہ بھی سوچ لیا ہوگا کہ اس مورچے پر تمہیں کیا کرنا ہے؟

ہاں میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ غرناطہ میں انتشار برپا کرنے کے لیے تخت کا دوسرا دعویدار پیدا کرنا ضروری ہے اور حضور کا غلام غرناطہ جا کر ہی یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ دوسرا دعویدار کون ہو سکتا ہے۔

الزغل کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

الزغل کے متعلق میری یہ رائے ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے بھائی کا ساتھ دے گا۔ لیکن..........

”لیکن کیا؟“

میں وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا بعض اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ ابوالحسن کے ایک بیٹے سے کام لیا جا سکتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ ابوعبداللہ کو یہ خدشہ ہے کہ اس کا باپ اس کے سوتیلے بھائی کو ولی عہد بنائے گا۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ ابوالحسن اپنی نصرانی بیوی کو زیادہ چاہتا ہے۔

فرڈی نینڈ نے مسرت سے اُچھلتے ہوئے کہا تو پھر تم کس بات کا انتظار کر رہے ہو اگر ابوعبداللہ کو خدشہ ہے تو تم اس کا خدشہ یقین میں تبدیل کر سکتے ہو تو کل ہی روانہ ہو جاؤ۔

ابوداؤد غرناطہ کے لیے روانہ ہو گیا اور پھر اس نے ابوالحسن کے مدمقابل سازش کے ذریعے ابوعبداللہ کو تیار کر لیا۔ اور نادان ابوعبداللہ ابوداؤد کے اشاروں پر ناچتا رہا۔ اور ابوالحسن جو ان دنوں کسی محاذ پر لڑ رہا تھا اس صدمے کو سہہ نہ سکا اور فالج کے اثر کے باعث نابینا ہو گیا صورت حال دن بدن بد سے بدتر ہوتی جا رہی تھی۔

ابوداؤد غرناطہ میں اہم مقام حاصل کر چکا تھا اور دوسری جانب ابوالحسن نے اپنے بیٹے کی غداری اور اپنی بیماری کے سبب الزغل کو

اپنا نائب مقرر کر دیا۔

سازش در سازش سے الزاغل اندلس کے مستقبل سے مایوس ہو کر افریقہ چلا گیا۔

اس خبر پر مالقہ میں ازابیلا اور فرڈیننڈ نے اور غرناطہ کے الحمرا میں ابوعبداللہ نے شاندار جشن منایا۔ تین دن الحمرا کی دیواریں حکومت کے عشرت پسند اہل کاروں کے قہقہوں اور رعایا کی آہوں کے درمیان حد فاصل کا کام دیتی رہیں۔ تین دن الحمرا میں ارغوانی شراب کے جام چھلکتے رہے اور غرناطہ کے عوام کی آنکھوں سے خون کے آنسو بہتے رہے۔

اور چوتھے دن ابوعبداللہ فرڈیننڈ کا یہ مکتوب پڑھ رہا تھا:

''ہمیں معلوم ہوا ہے کہ غرناطہ میں ہماری رعایا تم سے خوش نہیں اور شہر میں ہمارے باغی جمع ہو رہے ہیں ہم مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان آئندہ کسی جنگ کے امکانات ختم کرنے کے لیے یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ تم غرناطہ ہمارے حوالے کر دو اس خط کے جواب میں ہم صرف یہ سننا چاہتے ہیں کہ ہماری فوج کے لیے غرناطہ کے دروازے بند نہیں کئے جائیں گے بصورتِ دیگر ہم قوت کے استعمال پر مجبور ہوں گے غرناطہ پہنچ کر ہم تمہارے مستقبل کے متعلق کوئی فیصلہ کریں گے اگر تمہیں ہماری طرف سے فیاضانہ برتاؤ کی خواہش ہے تو غیر مشروط اطاعت ضروری ہے۔''

ابوعبداللہ کی طرح ارکان سلطنت کی آنکھوں سے بھی شراب کا خمار اتر چکا تھا سب پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے الحمرا کے در و دیوار پر مایوسی کی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔

ابوعبداللہ نے فرڈیننڈ کے ایلچی کی طرف دیکھا اور نحیف آواز میں کہا۔ دو دن تک شہنشاہ فرڈیننڈ کو ہماری طرف سے جواب مل جائے گا۔

عبداللہ کا نیا وزیر طریف بن مالک بربری قبائل کا سب سے بڑا سردار تھا اس نے اُٹھ کر جواب دیا فرڈیننڈ کو یقیناً ہمارے متعلق کوئی غلط فہمی ہوئی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ یہ غلط فہمی دور ہو جائے گی اگر آپ کا مشورہ ہو تو میں خود اس کے پاس جانے کے لیے تیار ہوں۔

دوسرے سردار نے اُٹھ کر کہا۔ فرڈیننڈ نے ہمارے لیے دو ہی راستے چھوڑے ہیں ایک یہ کہ ہم اس کے حکم کی تعمیل کریں اور اپنے گھروں میں ان وحشیوں کا استقبال کرنے کے لیے تیار ہو جائیں جن کا اولین مقصد ہماری بہو بیٹیوں کی بے حرمتی کرنا ہے۔ دوسرا یہ کہ ہم ایک باعزت موت کے لیے تیار ہو جائیں۔

ایک اور سردار نے اٹھ کر کہا جنگ ہمارے لیے موت کے مترادف ہے۔

ابوعبداللہ کو اچانک ایک خیال آیا اور اس نے قدرے پُر امید ہو کر کہا۔ طریف تم ابوداؤد کی طرف جاؤ اس وقت اس کے سوا ہمیں کوئی صحیح راستہ نہیں بتا سکتا۔ اگر فرڈیننڈ کو ہمارے متعلق کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے تو وہ یقیناً دور کر سکے گا۔ فرڈیننڈ اُسے لوشہ کا حاکم بنا چکا ہے تم فوراً اس کے پاس پہنچ جاؤ۔

تھوڑی دیر بعد طریف لوشہ کا رخ کر رہا تھا۔

ابوداؤد نے طریف بن مالک کو دیکھتے ہی پہچان لیا لیکن طریف کی توقع کے خلاف اس نے کسی گرم جوشی سے خیر مقدم کرنے کے بجائے اپنی کرسی سے اٹھ کر مصافحہ تک بھی نہ کیا فقط اپنے سامنے خالی کرسی کی طرف اشارہ کر دیا۔

طریف نے کرسی پر بیٹھ کر جھجکتے ہوئے کہا۔ مجھے عبداللہ نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔

ابوداؤد نے جواب دیا۔ مجھے معلوم ہے آپ مجھ سے مشورہ لینے آئے ہیں۔

تو...... تو آپ کو معلوم ہے کہ فرڈیننڈ نے ہمارے ساتھ عہد شکنی کی ہے۔

ابوداؤد نے جواب دیا۔ میں ایک گورنر کی حیثیت سے اپنے بادشاہ کے خلاف کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں اور میں عبداللہ کو بھی یہ مشورہ نہیں دے سکتا کہ وہ اپنے شہنشاہ کے حکم سے سرتابی کرے۔

لیکن میں یہ سمجھ کر آیا ہوں کہ آپ ایک مسلمان ہیں آپ غرناطہ کے خیر خواہ ہیں اور لوشہ کے گورنر ہونے کی حیثیت میں بھی آپ غرناطہ کی حکومت کے ایک رکن ہیں۔ یہ شہر ہمارا ہے میں آپ سے پوچھنے آیا ہوں کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔

ابوداؤد نے جواب دیا۔ طاقتور کے سامنے کمزور کی اطاعت ہمیشہ غیر مشروط ہوتی ہے ابوعبداللہ کو میرا یہی مشورہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو فرڈیننڈ کے رحم و کرم پر چھوڑ دے۔

ابوعبداللہ نے فرڈیننڈ سے ایک ناکام جنگ کی کوشش کی۔

عزیزانِ گرامی! غرناطہ کا زوال تو اسی روز ہو گیا تھا جس دن ابوداؤد غدار نے غرناطہ کی سرزمین پر قدم رکھا اور ابوعبداللہ جیسے

نادان لوگوں کا اتالیق مقرر ہوا۔ لیکن یہ کھیل یہیں ختم نہیں ہوا۔ ابھی ابوداؤد جیسے غدار سے کئی کام لینا باقی تھے۔

اور پھر کچھ دنوں کے بعد قسطلہ کے شاہی محل میں اندلس کے اکابر علما مجمع تھے جو ابوداؤد کی دعوت پر دور دراز کے شہروں سے آئے تھے اجلاس سے قبل ابوداؤد ان میں سے اکثر کے ساتھ علیحدہ علیحدہ مل چکا تھا ابوداؤد نے اس اجتماع کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

''بزرگانِ دین! آج آپ کو جن مسائل پر غور کرنے کے لیے بلایا گیا ہے وہ اسپین میں مسلمانوں کے مستقبل سے تعلق رکھتے ہیں غرناطہ کی چپہ بھر زمین اور تھوڑے سے پہاڑی علاقہ کے سوا باقی تمام اندلس کے مسلمان شہنشاہ فرڈیننڈ کی رعایا بن چکے ہیں اور جب تک غرناطہ کے ساتھ ہماری جنگ شروع نہیں ہوئی تھی اندلس کے مسلمان اپنے عادل اور رحمدل بادشاہ کے سائے میں آرام کے دن گزار رہے تھے۔ حکمران قوم کی اکثریت ہم پر مہربان تھی لیکن اب آپ کو شکایت ہے کہ عیسائی حکومت آپ کے ساتھ پہلی سی فیاضی کے ساتھ پیش نہیں آتی۔ آپ میں سے بعض یہ سمجھتے ہیں کہ اندلس کے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ ہو رہا ہے مسلمانوں کو غرناطہ کے جاسوس ہونے کے جرم میں گرفتار کیا جا رہا ہے۔ عیسائی اپنی حکومت کے ساتھ ان کی وفاداری پر شبہ کرتے ہیں یہ واقعات بہت افسوسناک ہیں لیکن اگر آپ ٹھنڈے دل سے غور کریں تو آپ یہ محسوس کریں گے کہ کچھ کوتاہی ہم سے بھی ہوئی ہے۔ عوام ہمیشہ کوتاہ نظر ہوتے ہیں لیکن ہماری سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ ابھی تک ہمارے علما نے بھی وقت کے سیلاب کا رُخ نہیں پہچانا۔ ہم میں سے کون ہے جو یہ نہیں جانتا کہ غرناطہ اور قسطلہ کی جنگ چیونٹی اور ہاتھی کا مقابلہ ہے وہ چند ہفتوں یا چند مہینوں کے لیے اپنی تباہی کی تاریخ ملتوی کر سکتے ہیں وہ اپنی تقدیر نہیں بدل سکتے۔

اگر یہ مسئلہ صرف غرناطہ اور قسطلہ کی افواج تک محدود ہوتا تو ہم اس قدر پریشان نہ ہوتے اور میں آپ کو یہاں آنے کی تکلیف نہ دیتا لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اس جنگ کا ہمارے حال اور مستقبل کے ساتھ گہرا تعلق ہے اندلس کے لاکھوں مسلمان عیسائیوں کی اکثریت اور ان کی حکومت کے رحم و کرم پر ہیں۔ قسطلہ اور غرناطہ کی جنگ اب اسلام اور عیسائیت کی جنگ بن چکی ہے ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اندلس کے مسلمان عیسائیوں سے کسی اچھے سلوک کی توقع نہیں رکھ سکتے غرناطہ کی لڑائیوں میں اندلس کے جو عیسائی مارے جاتے ہیں ان کے عزیز ہم سے ان کا انتقام لیتے ہیں اور یہ جنگ جس قدر طول پکڑے گی اسی قدر ہمارے خلاف عیسائیوں کا جذبہ انتقام شدید ہوتا چلا جائے گا۔ مجھے اہل غرناطہ کے متعلق کوئی پریشانی نہیں انہوں نے ایک طاقتور ہمسائے کے ساتھ جنگ مول لینے کی حماقت کی ہے اور انہیں اس کی سزا ملے گی لیکن ہم اندلس میں لاکھوں مسلمانوں کے مستقبل سے بے اعتنائی نہیں برت سکتے ہمارے بچاؤ کی اب صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ غرناطہ کی جنگ جلد ختم ہو جائے جب تک یہ جنگ جاری رہے گی اندلس کی حکومت کو ہماری وفاداری پر شک رہے گا اور ہمارے ساتھ ان کا سلوک بد سے بدتر ہوتا چلا جائے گا۔

آپ مجھ سے یہ سوال کریں گے کہ اندلس کے علمائے اسلام اور بزرگانِ قوم اس جنگ کو ختم کرنے کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟ لیکن پیشتر اس کے کہ میں آپ کو اس سوال کا جواب دوں میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کیا آپ اس بات کی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ یہ جنگ جلد ختم ہو جائے گی؟''

ایک شخص نے جواب دیا۔ اندلس کا ہر مسلمان اس بات کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔

دوسرے نے اٹھ کر کہا۔ ہم سب آپ کے ساتھ متفق ہیں۔

ابوداؤد کو ان لوگوں سے اختلاف کی توقع بھی نہ تھی یہ سب شاہی مہمان تھے اور ابوداؤد اجتماع سے پہلے فرداً فرداً انہیں یہ بتا چکا تھا کہ انہیں کس مقصد کے لیے یہاں بلایا گیا ہے، ان علما کے ہر گروہ کے لیڈر نے یکے بعد دیگرے اٹھ کر ابوداؤد کے خیالات کی تائید کی اور اس سے مطمئن ہو کر اپنی تقریر دوبارہ شروع کی۔

''حضرات! میں نے عیسائیوں کو مطمئن کرنے کے لیے لوشہ اور دوسرے شہروں کے مسلمانوں کو بادشاہ سلامت کی فوج میں رضا کارانہ طور پر شامل ہونے کی ترغیب دی تھی گزشتہ حملے میں کوئی پانچ سو مسلمان نوجوانوں نے حکومت کی فوج کا ساتھ دیا لیکن بدقسمتی سے ان میں سے اکثر جذبات میں آ کر غرناطہ کی فوج سے جا ملے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں پر عیسائیوں کا رہا سہا اعتماد بھی جاتا رہا اور مختلف شہروں میں جو افسوسناک واقعات ہوئے وہ اسی کا نتیجہ تھے۔

(باقی آئندہ ماہ)

☆☆☆☆☆

میلاد، قیام تعظیمی اور عشاق مصطفی

غلام مصطفیٰ قادری رضوی

محبوب کی تعظیم وتکریم بھی محبت کے تقاضوں میں سے ہے کہ اس سے عقیدت ومحبت میں اضافہ ہوتا ہے اور محبت میں پختگی بھی آتی ہے، پھر یہ تو دنیوی محبت کی مثال ہے، تو جو خدا کا محبوب ہے، اس کی محبت و تعظیم کی کیا بات ہے۔ سبحان اللہ۔ یہ تو جانِ ایمان بھی ہے اور روحِ دین بھی۔ یہ تو جاں بلب انسانیت کے لیے راحت وطمانیت کا ذریعہ ہے۔ اس سے قلوب ونگاہ شادکام ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں اس کی محبت کو دل وجان میں بسانے کا حکم دیا گیا ہے، یہی نہیں بلکہ ایمان لانے کے بعد محبت و تعظیم کو لازم قرار دیا گیا۔ دیکھیے سورہ فتح کی آیت نمبر 9 جس میں محبت وتوقیر و تعظیم کے سوتے پھوٹتے نظر آتے ہیں۔

وہ دل دل نہیں جس میں اس محبت کی چمک نہ ہو، وہ سینہ سینہ نہیں جو ان کی محبت میں نہ پھکے۔ صحابہ کی مقدس جماعت نے اس رازِ الفت کو سمجھ کر عمل کیا تو وہ فیض پایا کہ قرآن نے ان کو بلندیاں بخشیں اور قلوبِ مسلمین میں ان کی یادیں بسا دیں۔ محبت و تعظیم مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے جو نظارے ان کی زندگیوں میں ملتے ہیں وہ بے مثال و بے نظیر ہیں۔ دنیا ایسے عشاق دکھائے تو سہی، جو اپنے محبوب کی اتنی توقیر کرتے ہیں کہ ان کی بارگاہ میں اونچی آواز سے بولنا بھی خلافِ ادب سمجھتے ہیں۔ کسی کی جرأت وہمت نہیں کہ انھیں آنکھ بھر کر دیکھ لے۔ وہ رسول کی آمد آمد پر قیام کرتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک محبوب تشریف فرما نہ ہو جائیں۔

عروہ بن مسعود ثقفی نے جب صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اندازِ محبت دیکھا تو خوب متاثر ہوا اور اپنے دوستوں سے جا کر برملا اعترافِ حقیقت کرتے ہوئے کہا: "واللہ ان رأیت ملکا قط یعظّمه اصحابه ما یعظّم اصحاب محمدٍ محمّدًا "صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم. (صحیح بخاری 379/1)

''خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں۔''

معلوم ہوا کہ ادب واحترام اور تعظیم وتوقیر کا یہ طریقہ صدیوں سے جاری وساری ہے، پھر جو لوگ اس مبارک فعل سے منع کرتے ہیں، انھیں اپنی فکر کی اصلاح کرنی چاہیے، ہم نے تو کہیں نہیں سنا کہ محبوب کے ذکر سے عاشق منہ بسورے۔ ان کی تعظیم کے نام پر ناک بھوں چڑھانے لگے، محبت کی تاریخ کھنگال کر دیکھیے، عظمت و احترام کے جلوے تو ملیں گے، بے ادبی نظر نہیں آئے گی۔ الحمد للہ ہم اہل محبت وعقیدت ادب والوں کے طریقے پر چل رہے ہیں کہ با ادب بانصیب، بے ادب بے نصیب۔

محفل میلاد اور قیام تعظیمی اہل سنت و جماعت کا پاکیزہ معمول وطریقہ رہا ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور مفید اور مبارک عمل ہے۔ جو عاشق ہوگا وہ ذکر محبوب میں سرور وکیف حاصل کرے گا اور بڑے اہتمام سے محبوب کی یاد منائے گا اور میلاد کی مجلس محبوب دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد منانے ہی کا عمدہ ذریعہ ہے، جس سے منع پر نہ کوئی دلیل ہے نہ ثبوت، بلکہ اس کے ادا کرنے کا حکم قرآن وسنت میں جابجا ملے گا۔ سنیے قرآن فرماتا ہے:

"ان الحكم الا لله." (یوسف:40) حکم نہیں ہے مگر اللہ کے لیے۔ اور حدیث میں فرمایا گیا: "و انما الحرام ما حرم الله فی کتابه و ما سکت عنه فهو ممّا عفا عنه."

(جامع الترمذی باب ما جاء فی لبس الفراء 1/206)

اور حرام وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ تعالیٰ نے حرام کیا اور جس پر سکوت فرمایا وہ معاف شدہ چیزوں میں سے ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی بھی شے کے بارے میں بغیر تحقیق کے ناجائز وحرام کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا، رسول کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے لیے وعید بیان فرمائی ہے، چناں چہ ارشادِ گرامی ہے:

"من افتی بغیر علم لعنته ملائکة السموات والارض" (سنن ابو داؤد 1/515 جامع الاحادیث 1/196)

جو بے علم فتویٰ دے آسمانوں اور زمین کے فرشتے اس پر لعنت

کرتے ہیں۔

محفلِ میلاد اور قیام تعظیمی کا یہ سلسلہ جو آج تک جاری ہے، ہر دور میں چلتا رہا۔ عشاق باصفا اپنے محسن آقا کی بارگاہ میں الفت و احترام کے گجرے سجاتے، ذکر نبوی میں خاص اہتمام کرتے، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی نعتوں کی سماعت کے لیے سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے منبر سجاتے اور انھیں داد وتحسین کے ساتھ دعائیہ کلمات سے بھی نوازتے، تو میلاد و قیام بھی سنت صحابہ ہے اور اس کارِ خیر پر عمل پیرا ہونے والے انھی جاں نثارانِ مصطفیٰ کے طریق مبارک پر ہیں۔

یہاں ایک بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ہم ذکر رسول کرتے ہیں تو قرآنی حکم پر عمل کرتے ہیں۔ اب اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ ذکر میلاد میں ان کا ذکر کس طرح کیا جائے، اس کی شرائط اور حدود وقیود کیا ہوں اور افراط وتفریط سے بچتے ہوئے ان کا ذکر اور ان کی یاد کس طرح منائی جائے تو اس سلسلے میں محدث حجاز علامہ سید محمد علوی مالکی قدس سرہ السامی کا نظریۂ محبت پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں:

''آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو افضل نوع بشر، اللہ کا مقرب ترین بندہ اور معظم ترین رسول قرار دیتے ہوئے وصف و مدح کرنا حق ہے، کیوں کہ آپ سارے انسانوں میں سب سے کامل موحد ہیں۔ اس تعریف میں نہ کہیں عقیدۂ نصاریٰ جھلکتا ہے نہ ہی آپ کی ذات حقیقت بشریت سے خارج ہوتی ہے۔ امام شرف الدین بوصیری قدس سرہ نے بالکل صحیح کہا ہے کہ:

دع ما ادّعته النصاریٰ فی نبیّهم
واحکم بما شئت مدحًا فیه و احتکم

''عیسیٰ بن مریم کے بارے میں نصرانیوں کے دعوائے فرزندی (ابن اللہ) کو چھوڑ کر خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں جو چاہو حکم لگاؤ اور فیصلہ کرو۔''

فانّ فضل رسول الله لیس له
حد فیعرب عنه ناطق بفمٍ

''اس لیے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت و عظمت کی کوئی حد نہیں ہے کہ اسے کوئی بیان کرنے والا زبان سے بیان کر سکے۔''

فمبلغ العلم فیه انّه بشر
و انه خیر خلق اللّٰه کلّهم

''علم کی رسائی تو یہیں تک ہے کہ وہ بشر اور اللہ کی ساری مخلوق سے افضل ہیں۔'' (اصلاح فکر واعتقاد، ص: 261-262)

رہا مجلس میلاد سجانے کا طریقہ اور کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پڑھنا تو واضح رہے کہ یہ ادب و تعظیم کے طریقے ہیں، جس طرح ہو سکے اختیار کیے جائیں۔ امام الہمام محقق علی الاطلاق علامہ کمال الملۃ والدین محمد قدس سرہ السامی نے یہ قاعدۂ کلیہ بنایا:

"کل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا۔" (فتح القدیر، کتاب الحج بحواله فتاوی رضویه مترجم 546/26 مطبوعه پور بندر)

جس بات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و تعظیم میں زیادہ دخل ہو وہ بہتر ہے۔''

مانعین ومنکرین نے قیام تعظیمی بروقت ذکر ولادت پر بہت سی لایعنی باتیں کہی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ قرون ثلثہ میں نہیں تھا لہٰذا بدعت ہوا۔ ہمیں صحابہ وتابعین کی سند چاہیے ورنہ ہم نہیں مانتے۔

اس اعتراضِ بے جا کا بھی علمائے محققین نے بحسن وخوبی جواب شافی ووافی دیا ہے سردست محقق باکمال سیدی امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ العزیز کی تحقیق نذر قارئین ہے، وہ رقم طراز ہیں:

''اصل اشیا میں اباحت ہے، یعنی جس چیز کی ممانعت شرع مطہرہ سے ثابت اور اس کی برائی پر دلیل شرعی ناطق صرف وہی ممنوع ومذموم ہے۔ باقی سب چیزیں جائز ومباح رہیں گی، خاص ان کا ذکر جواز قرآن وحدیث میں منصوص ہو یا ان کا کچھ ذکر نہ آیا ہو تو جو شخص جس فعل کو ناجائز وحرام یا مکروہ کہے اس پر واجب کہ اپنے دعوے پر دلیل قائم کرے اور جائز ومباح والوں کو ہرگز دلیل کی حاجت نہیں کہ ممانعت پر کوئی دلیل شرعی نہ ہونا یہی جواز کی دلیل ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ، 75/12 مطبوعہ ممبئی)

آگے مزید فرماتے ہیں:

''امام بیہقی وغیرہ علما حضرات امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

"المحدثات من الامور ضربان احدهما ما احدث

مما یخالف کتاباً او سنة او اثرا او اجماعا فهذه البدعة ضالة والثانی ما احدث من الخیر ولا خلاف فیه لو احد من هذه وهی غیر مذمومة۔"

''نو پیدا باتیں دو قسم کی ہیں ایک وہ ہیں کہ قرآن یا احادیث یا آثار اجماع کو خلاف نکالی جائیں یہ تو بدعت و گمراہی ہے، دوسرے وہ اچھی بات کہ احداث کی جائے اور اس میں ان چیزوں کا خلاف نہ ہو تو وہ بری نہیں۔''

امام علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

"والبدعة ان کانت مما تندرج تحت مستحسن فهی حسنة و هی کانت تندرج تحت مستقبح فهی مستقبحة والافمن قسم المباح."

''بدعت اگر ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے تو وہ اچھی بات ہے اور اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی برائی شرع سے ثابت ہے تو وہ بری ہے اور جو دونوں میں سے کسی کے نیچے نہ داخل ہو تو وہ قسم مباح سے ہے۔''

اسی طرح صدہا اکابر نے تصریح فرمائی۔

''اب مجلس، قیام وغیرہما امور متنازع فیہا کی نسبت تمہارا یہ کہنا کہ زمانۂ صحابہ و تابعین میں نہ تھے، لہذا ممنوع ہیں محض باطل ہو گیا۔ ہاں اس وقت ممنوع ہو سکتے ہیں جب تم کافی ثبوت دو کہ خاص ان افعال میں شرعاً کوئی برائی ہے ورنہ اگر کسی مستحسن کے نیچے داخل ہیں تو محمود اور بالفرض کسی کے نیچے داخل نہ ہوئے تو مباح ہو کر محمود ٹھہریں گے کہ مباح بہ نیت نیک کیا جائے شرعاً محمود ہو جاتا ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ 79/12 مطبوعہ ممبئی)

لطف کی بات تو یہ ہے کہ محفل میلاد اور قیام تعظیمی میں ہم قرآنی حکم پر عمل کرتے ہیں اس لیے کہ رب نے نعمت ملنے پر خوشی منانے کا حکم دیا۔ لقولہ تعالیٰ:

"قل بفضل الله و برحمته فبذالك فليفرحوا."

(یونس 58) تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اسی پر چاہیے کہ (لوگ) خوشی کریں۔

یہاں دو چیزوں کے ملنے پر خوشی و مسرت کے اظہار کا حکم فرمایا گیا۔ رب کا ''فضل'' اور اس کی ''رحمت''، یعنی فضل و رحمت رب ملے تو خوشی مناؤ۔ یہاں سے ولادت پاک کے موقع پر شادمانی و مسرت پر بھی خوشی منانے کا ثبوت ملتا ہے کہ حضور ہمارے لیے سب سے بڑی نعمت ہیں تو نعمت عظمیٰ کے ملنے پر خوشی کیوں نہ منائی جائے۔ جب جب نعمت الٰہیہ کی بارش ہوگی خوش عقیدہ مسلمان تب تب خوشی کے نغمے الاپتے رہیں گے۔

اسی طرح وَتُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ (الفتح 9) ''اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔''

میں تعظیم ذکر نبی کا ذکر ہے اور یہ مطلق ہے تو تعظیم کے جمیع طریق کے ساتھ تعظیم کی جا سکتی ہے جب تک کسی خاص طریقے سے شریعت منع نہ کرے۔ سنیے خاتمۃ المحققین زین الحرم عین الکرم مولانا سید احمد زین دحلان قدس سرہ المکی اپنی کتاب مستطاب: "الدرر السنیه فی الرد علی الوهابیة" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"من تعظیمه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الفرح بلیلة ولادته و قراء ة المولد والقیام عند ذکر ولادته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و اطعام الطعام وغیر ذالك مما یعتاد الناس فعله من انواع البر فان ذالك كله من تعظیمه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم."

''نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم سے حضور کی شب ولادت کی خوشی کرنا اور مولد شریف پڑھنا اور ذکر ولادت اقدس کے وقت کھڑا ہونا اور مجلس شریف میں حاضرین کو کھانا دینا اور اس کے سوا اور نیکی کی باتیں کہ مسلمانوں میں رائج ہیں، یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سے ہیں۔'' (اقامۃ القیامۃ، ص:17)

مفتی حنفیہ علامہ جمال بن عبداللہ مکی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

"عن قیام عند ذکر مولده الاعطر صلی الله تعالیٰ علیه وسلم استحسنه جمع من السلف فهع بدعة حسنة."

''ذکر مولد اعطر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت قیام کو ایک جماعت سنن نے مستحسن کہا تو وہ بدعت حسنہ ہے۔''

مولانا عبدالرحمٰن بن علی حضرمی لکھتے ہیں:

''علمانے وقت ذکر ولادت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور کی تعظیم کے لیے قیام مستحسن سمجھا اور جو چیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ٹھہری تو اس کا ادا کرنا اور بجا لانا ہم پر واجب ہو گیا اور اس کا انکار نہ کرے گا مگر بد مذہب، مخالف طریقہ اہل سنت و

جماعت جس کی بات نہ سننے کے قابل نہ توجہ کے لائق اور حاکم اسلام پر اس کی تعزیر واجب ہے۔'' (ایضا، ص:29)

علمائے امت اور صلحائے ملت نے محفل میلاد، قیام تعظیمی کے ذریعہ اپنی محبت و عقیدت کا نذرانہ بارگاہِ نبوی میں پیش کر کے رضائے خدا خوشنودی مصطفیٰ حاصل کی ہے، ارباب علم و عشق کی ایسی ہی ایک مثال مندرجہ ذیل واقعہ سے ملتی ہے جسے امام شیخ الاسلام ابو نصر عبد الوہاب ابن ابی الحسن تقی الملة والدین نے طبقات کبریٰ میں نقل فرمایا کہ:

''امام سبکی کے حضور ایک جماعت کثیر اس زمانے کے علما کی مجتمع ہوئی اس مجلس میں کسی نے امام صرصری کے یہ اشعار نعت حضور سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پڑھے، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مدح مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے یہ بھی تھوڑا ہے کہ سب سے اچھا خوش نویس ہو اس کے ہاتھ سے چاندے کے پتر پر سونے کے پانی سے لکھی جائے اور جو لوگ شرف دینی رکھتی ہیں وہ ان کی نعت سن کر صف باندھ کر سرو قد یا گھٹنوں کے بل کھڑے ہو جائیں، ان اشعار کے سنتے ہی حضرت امام سبکی و جملہ علمائے کرام حاضرین مجلس مبارک نے قیام فرمایا اور اس کی وجہ سے اس مجلس میں نہایت انس حاصل ہوا۔ علامہ جلیل حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اس قدر پیروی کے لیے کفایت کرتا ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ مترجم، 506-26/505 مطبوعہ پور بندر، گجرات)

الغرض یہ فعل مبارک صدہا سال سے اہل یقین میں رائج ہے اور علمائے کاملین نے اسے باعث خیر و برکت مانا ہے۔ علمائے حرمین شریفین زادہما اللہ تعظیماً و شرفاً نے بھی اسے معمول بنایا ہے، اور کیوں نہ ہو کہ انوار و تجلیات کی بارش برسنے کا عشاق نے مشاہدہ بھی کیا ہے، چناں چہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مکہ معظمہ میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ولادت با سعادت کے دن میں ایک ایسی میلاد کی محفل میں شریک ہوا جس میں لوگ آپ کی بارگاہ اقدس میں ہدیۂ درود و سلام عرض کر رہے تھے اور وہ واقعات بیان کر رہے تھے جو آپ کی ولادت کے موقع پر ظاہر ہوئے اور جن کا مشاہدہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہوا تو اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار و تجلیات کی برسات شروع ہو گئی۔ انوار کا یہ عالم تھا کہ مجھے اس بات کا ہوش نہیں کہ میں نے ظاہری آنکھوں سے دیکھا یا فقط باطنی آنکھوں سے۔ بہر حال جو بھی ہو میں نے غور و خوض کیا تو مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ یہ انوار ان ملائکہ کی وجہ سے ہیں جو ایسی مجالس میں شرکت پر مامور کیے گئے ہوتے ہیں۔ (فیوض الحرمین، ص: 81-80 بحوالہ یوم انعام)

آخر میں شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے ان جملوں پر اپنی تحریر کا اختتام کر رہا ہوں جن میں قیام تعظیمی اور محفل میلاد کو ذریعۂ برکات مانا گیا اور مذکورہ بزرگ معاندین و منکرین کے بھی مسلمہ پیشوا ہیں، چناں چہ رقم طراز ہیں: ''مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔''

(فیصلۂ ہفت مسئلہ مع توضیحات و تشریحات، ص: 111، مطبوعہ ممبئی)

☆☆☆☆☆

اسلام - انسان دوستی اور خیر سگالی کا مذہب

مولانا نفیس اختر نوری

الخلق عیال الله فاحب الخلق الی الله من احسن الی عیاله. (مشکوٰۃ شریف)

تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے جو اس کی پرورش کی محتاج تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک وہ پیارا ہے جو اس کی عیال یعنی مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

یوں تو دنیا کا کوئی بھی شریف آدمی یا دنیا کا کوئی بھی مذہب اس کا درس نہیں دیتا کہ کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو اذیت پہنچائے، اس کے حق کو تلف کرے۔ لیکن مذہب اسلام کو اس میں ایک خاص درجہ حاصل ہے کہ وہ پوری انسانیت کو امن، چین اور محبت کا پیغام دیتا ہے۔ اس نے اپنی آمد کے زمانے سے لے کر جو پیغام امن انسانیت کو دیا ہے، پوری دنیا اس احسان سے سبک دوش نہیں ہو سکتی۔ آپ توجہ فرمائیں اور تاریخ کے اوراق کو الٹ کر دیکھیں تو محسوس ہوگا کہ جب روم و یونان اور دنیا کی مہذب ترین اقوام انسانیت کے درد سے نا آشنا تھیں۔ ایک غلام کی اپنی کوئی مرضی اور خواہش نہیں تھی، انھیں اپنے آقاؤں کے لیے مرنا اور جینا ہوتا تھا، من چلے شہ زادوں کی دل جوئی کی خاطر تیز رقص کرتے ہوئے انسان کی گردن مار کر رقصِ بسمل کے نظارے بھرے دربار کی زینت ہوا کرتے تھے اور کوئی آنکھ اس ظلم و تعدی سے نم نہیں ہوتی تھی۔ جب ظالم باپ اپنی ہی بیٹی کے جینے کے حقوق چھین لیتا تھا، جب انسانیت کے شعور کو پابندِ سلاسل بنا دیا گیا تھا۔ جب انسانی آزادی قید و بند کی صعوبتوں سے گزر رہی تھی، لوگوں کے افکار و نظریات پر ظلم کے پہرے تھے، شیطانیت ننگی ہو کر رقص کر رہی تھی، مظلوموں کی چیخ و پکار صدا بہ صحرا ہو چکی تھی، کوئی پرسانِ حال نہ تھا، کوئی سننے والا نہ تھا۔

اس دورِ پرفتن میں دنیا کو سب سے پہلے انصاف کا معیار عطا کرنے والا مذہب صرف اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اسلام نے حقوق دیے اور حقوق کی ادائیگی کو عبادت قرار دے دیا۔ کسی مظلوم کی دادرسی کرنا عبادت بن گیا۔ انسان تو بہت اشرف ہے۔ کتے کی پیاس کو دیکھ کر بے قرار ہو اٹھنے والی فاحشہ جنتی قرار دے دی گئی اور بلی کو بھوکا قید کر کے رکھنے والی عابدہ زاہدہ دوزخی بن گئی۔ ہر جان دار کے حقوق کی کیسی حفاظت کی گئی ہے، اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ آج قدم قدم پر دنیا کو پیغامِ امن کی دعوت دی جائے اور یہ معلوم کرایا جائے کہ مذہب اسلام درخت اور پیڑ پودوں کی حفاظت کی تاکید کرتا ہے، وہ کسی انسان کی جان لینے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔ درختوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"درختوں کو مت کاٹو، ان کے نیچے گندگی اور غلاظت مت کرو، راستوں کو گندہ مت کرو، راستوں کے کناروں پر اس طرح مت بیٹھو کہ راہ گیروں کو تکلیف اور پریشانی ہو۔"

یہ وہ زریں اصول ہیں کہ ان پر عمل پیرا ہو کر ہم ایک صالح معاشرہ کی تعمیر کر سکتے ہیں۔ ہم اہلِ وطن کو انسانی ہم دردی، باہمی خیر سگالی اور انسان دوستی کی دعوتِ عمل پیش کرتے ہیں۔ اس لیے کہ آزادی کا مکمل فائدہ تبھی حاصل ہوگا جب ہم ذات برادری اور آپسی بھید بھاؤ کو ختم کر کے بلا تفریقِ مذہب انسان کو انسان کا حق یاد دلائیں تا کہ ہمارا ملک مضبوط ہو، ہمارے ملک کے عوام خوش حال ہوں۔ ہم دشمنوں کے لیے بھی اپنے سینوں میں نرم گوشہ رکھیں۔ اس لیے کہ ہماری محبت انسان کی رضا کے لیے نہیں اللہ کی رضا کے لیے ہے، اور خدا اپنی مخلوق سے پیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جو انسان خدا کی مخلوق سے پیار کرتا ہے، اس کی خدمت کرتا ہے، ان کے دکھوں میں کام آتا ہے وہ اللہ کا سب سے بڑا فرماں بردار ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

قیامت کے دن اللہ رب العزت اپنے ایک بندے سے فرمائے گا، میرے بندے! میں بیمار تھا، (باقی ص: 47 پر)

ناظمِ اعلیٰ جامعہ تعلیم القرآن، حاجی پور، سنبھل، مرادآباد

ہواؤں میں فکرِ رضا کی توسیع کا انوکھا اہتمام

www.alahazratnetwork.org

از: محمد افروز قادری چریاکوٹی

زمانہ قیامت کی چال چل رہا ہے، اگر ہمیں اس دنیا کو آبرومندانہ طریقہ پر برتنا ہے تو زمانے کے ساتھ چل کر عصری چیلنجز سے نمٹنا ہوگا۔ آپ کو پتا ہے کہ ہر دور کے تقاضے جداگانہ ہوتے ہیں اور عصری تقاضوں سے آنکھیں موند لینا داناؤں کا کام نہیں ہوتا۔ سائنس اور ٹکنالوجی کی جملہ شاخوں میں روز افزوں توسیع و ترقی اور اسلام مخالف طاقتوں اور تحریکوں کی نت نئے دام ہائے ہم رنگ زمیں کے ساتھ ہر میدان میں گرم بازی تقاضا کرتی ہے ہم بھی اٹھیں اور سائنس و ٹکنالوجی سے آنکھیں چار کرتے ہوئے ان کی تاریک جولان گاہوں میں قرآن و اسلام کی نور بخش کرنوں کو اُتار دیں۔

موجودہ دور بجا طور پر میڈیا (Media) کا دور کہا جا سکتا ہے اور میڈیا کی اس قوت نے پوری دنیا کو ایک شہر بلکہ ایک گاؤں میں تبدیل کر دیا ہے۔ موبائل فون کی مدد سے ہر شخص ایک دوسرے سے رابطے میں ہے، اخبارات و جرائد اور انٹرنیٹ کی بدولت تازہ سے تازہ خبر ہر میز پر دستیاب ہے۔ دنیا بھر میں کروڑوں ویب سائٹس اور سینکڑوں ٹی وی چینلز ہر دم اطلاعات نشر کر رہے ہیں۔

میڈیا دراصل ایک قوم کی تشکیل کرتا ہے، اس کے کارپردازان اگر خیر و فلاح کا جذبہ رکھتے ہیں اور اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہیں تو وہ قوم کی تعمیر و ترقی کا ایک مبارک فریضہ سر انجام دیتا ہے۔ اور اگر اس سے فروغِ شر کا کام لیا جائے تو وہ تخریب کے مقاصد پورے کرتا نظر آتا ہے۔ سچ پوچھئے تو جب سے میڈیا کو نئے وسائل مثلاً پرنٹنگ پریس، ریڈیو، ٹی وی، اور انٹرنیٹ وغیرہ میسر آئے ہیں تب سے ان وسائل کے ذریعے لادین مغرب نے اپنے خیالات کو دنیا بھر میں آن کی آن میں پھیلایا ہے اور میڈیا کے انہی ذرائع کے ذریعہ غیب داں رسول اعظم - صلی اللہ علیہ وسلم - کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی کہ ہر گھر میں برائی پھیل جائے گی اور موسیقی کا عام چلن ہوگا۔

اتفاق سے ہم ایسے دور میں سانس لے رہے ہیں جب ہمارے سامنے نت نئے وسائل ابلاغ جنم لے رہے ہیں۔ ٹی وی کا فروغ آج سے کم و بیش چالیس سال قبل ہوا، ڈش پندرہ سال قبل متعارف ہوا، پھر کیبل کا زمانہ آیا جسے پانچ چھ برس ہو چلے ہیں، یہی حال تصاویر، موسیقی اور ویڈیو کے دیگر آلات کا ہے کہ ان کا ارتقا ہماری آنکھوں کے سامنے کی بات ہے۔ قابل غور امر یہ ہے کہ کیا ان وسائل ابلاغ سے خیر کے فروغ کا کام لیا گیا ہے یا یہ آپ شر کے مراکز بن گئے ہیں؟

یہ سچ ہے کہ سائنس و ٹکنالوجی کی دم بخود ترقی نے جہاں نئے نئے ایجادات و انکشافات سے دنیا کے سامنے سہولیات اور معلومات کا انبار لگا دیا، وہیں اس نے شہوت پرستی کے لیے نئی راہیں بھی کھول دی ہیں۔ مواصلاتی دوریوں نے سمٹ کر جہاں انسانیت کو آسانیاں فراہم کی ہیں وہیں نفسانی خواہشات کے متوالوں کے لیے تسکین نفس کا جملہ ساماں بھی کیا ہے۔ مجموعی طور پر ان جدید وسائل اعلام پر ایک طرف فحاشی و بے حیائی کا غلبہ ہے تو دوسری طرف یہ ملحدانہ افکار کے مراکز ہیں گو کہ ان سے بعض دینی مقاصد کو بھی فروغ حاصل ہوا ہے لیکن اگر مجموعی شرح دیکھی جائے تو انٹرنیٹ نے فحاشی کے دریا بہا دیے ہیں اور معاشرے میں عیاشی کے بہیمانہ ڈھنگ متعارف کرائے ہیں۔

ایسے سنگین حالات میں صرف لفاظیوں اور دعاؤں پر تکیہ کرنے سے مقصد برآری نہیں ہو سکتی، ضروری ہے کہ اربابِ ذرائع ابلاغ اپنی اسلامی ذمہ داریوں کو سمجھیں، اس کے انسداد کے لیے مؤمنانہ بصیرت کے ساتھ سائنسی موثر حربے بھی بروئے کار لائیں، اور میڈیا کو فحاشی و عریانیت کی بجائے خیر و بھلائی کا پیغام بر بنانے کی ہر ممکن جد و جہد میں لگ جائیں۔ اگر میڈیا کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں ہے تو کم از کم ان کا شکار ہونے والے مسلمان بھائیوں کو تو ان کے طریقہ ہائے واردات سے آگاہی ہونی چاہیے۔ دنیاوی وسائل سے مالامال مسلمانوں کو اس ذمہ داری کا احساس اور زیادہ ہونا چاہیے کہ وہ صالح ذرائع ابلاغ کے قیام کی طرف بھرپور توجہ دیں، اور جو لوگ اس سلسلے میں متحرک و فعال ہیں ان کی

☆ دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

پشت پناہی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ فرمائیں۔

یہ بات بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ دین محض نماز، روزہ اور دیگر عبادات ہی کا نام نہیں بلکہ زندگی کے ہر عمل اور ہر حرکت کے لیے دین اسلام میں رہنمائی موجود ہے اور بحیثیت مسلمان ہمیں اُن کا اتباع بھی لازم ہے؛ لہٰذا اس تعلق سے اعتدال کی راہ یہ ہے کہ اسلامی حدود میں رہ کر انٹرنیٹ کا استعمال ہو، اور اس کے برے اثرات سے بچنے کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں؛ کیوں کہ خیر وشر کا پہلو ہر چیز میں موجود ہے۔ اگر لوگوں کو انٹرنیٹ کے استعمال سے روک دیا جائے تو معلومات کے اہم ذخائر سے وہ محروم رہ جائیں اور اگر انھیں بے مہابا چھوڑ دیا جائے تو وہ گوناگوں گناہوں کے ریشمی جالوں میں ایسے اُلجھ جائیں کہ بس...... -اللہ ہمیں سچائی اور اچھائی کی راہ پر قائم ودائم رکھے۔

اب اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سائنس وٹکنالوجی خصوصاً کمپیوٹر اور انٹرنیٹ اکیسویں صدی کی سب سے ترقی یافتہ ایجاد ہے۔ انٹرنیٹ کی اہمیت اس لیے بھی دوچند ہوجاتی ہے کہ اس کے ذریعہ دنیا کے کونے کونے سے تازہ ترین خبروں، لمحوں میں بدلتے حالات اور دور دراز علاقوں رونما ہوتے واقعات کا منٹوں سکنڈوں میں سراغ لگ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں دنیا کے جملہ علوم وفنون نیز اسلامی مواد کا ایک بیش بہا خزینہ نیٹ پر ہمہ وقت استفادے کے لیے موجود ہے۔ لیکن جب ہم انٹرنیٹ پر جماعتی سطح پر اپنے کام کی رفتار دیکھتے ہیں تو غیروں کے مقابلے میں ہم پاسنگ بھی نہیں۔ انٹرنیٹ کی سیر کرتے وقت ایسا لگتا ہے جیسے پورا نیٹ وہابیت زدہ ہوگیا ہے۔ (اسلام مخالف تحریکیں اپنی جگہ) ہمارے مذہبی حریف کی اس میدان میں برق رفتاری کا عالم یہ ہے کہ ہر آن نئے نئے چولے بدل کر سطح نیٹ پر دندناتے پھر رہے ہیں۔ نوع بنوع ویب سائٹس، ہر موضوع پر مواد کی فراہمی کی لگن، اور جدید اسکرپٹس کے انعقاد میں سبقت لے جانے کی دھن، حتیٰ کہ نت نئے اسلامک سافٹ ویئرز کی کوشش؛ نیز اب تو درسِ نظامی کی مغلق اور معرکۃ الآرا کتابوں کی تفہیم وتسہیل کے حوالے سے آڈیو سی ڈیز کا بھی اہتمام ہو رہا ہے۔ بریلویت کا ایسا نقشہ کھینچا گیا ہے جیسے کوئی دیومالائی کہانی، اور دیابنہ اور ان کے سرغنہ حضرات کو ایسے معصومانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ جیسے ان کے دراز دامنوں پر عظمت رسالت کی فصیلوں پر شب خون مارنے کا کوئی دھبہ ہی نہ ہو اور جابجا انھیں کے حوالے، مضامین اور مقالات بکھرے پڑے ہیں۔ اور ہم جس طرح عام میدانوں میں کوتاہ دستی کے شکار ہیں اسی طرح یہ میدان بھی ہماری کاہلی کا ماتم کر رہا ہے۔ ہماری جو دوچند سائٹیں ہیں بھی تو نہایت کس مپرسی کی شکار- اللہ تعالیٰ خیر فرمائے-

اس وقت میں جس ویب سائٹ کا تعارف آپ کے حضور لے کر آیا ہوں وہ عالم اسلام کی عبقری شخصیت حضور سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی-علیہ الرحمہ- سے معنون ہے اور اخلاص تمام کے ساتھ انھیں کے افکار وتعلیمات کی مبلغ۔ اعلیٰ حضرت کی ذات گرامی قدر اب اپنوں اور غیروں کسی کے لیے کسی تعارف کی محتاج نہ رہی۔ تاہم جس طرح آپ کا تعارف ہونا چاہیے تھا نہیں ہوا، لہٰذا اس کا قرض ابھی تک ہمارے سروں پر لدا ہوا ہے؛ لیکن مشکل یہ ہے کہ ایک ایسی ذات جو آیۃ من آیات اللّٰہ- اور- معجزۃ من معجزات الرسول ہو اس کے تعارف کا صحیح معنوں میں حق بھی کون ادا کرسکتا ہے۔ سچائی یہ ہے کہ افکارِ اعلیٰ حضرت کے حوالے سے خامہ فرسائی کرکے ہم ان کی مقبولیت میں کچھ اضافہ تو نہیں کرپاتے، ہاں! اتنا ضرور ہوتا ہے کہ خود ہمارا دائرۂ شہرت وسعت پذیر ہوجاتا ہے۔ یہ سن کر اور دیکھ کر بے پایاں خوشی ہوتی ہے کہ فکر رضا آج نئے نئے علاقے فتح کر رہی ہے اور شہرتِ رضا آفاق کی وسعتوں میں پھیلی جاتی ہے۔ مگر کچھ کور عقیدوں اور سیاہ باطنوں کو آپ کی یہ شہرت ایک آنکھ نہیں بھاتی، اور اپنے بے ہنگم پھونکوں سے آپ کے چراغِ شہرت کو وہ بجھا دینا چاہتے ہیں مگر شاید انھیں نہیں معلوم۔

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

اعلیٰ حضرت کی سیرت وسوانح کا دیانت داری سے مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہ ہوگا کہ آپ کی حیات مستعار کا لمحہ لمحہ خدمت دین کے لیے وقف تھا مگر سوال یہ ہے کہ آپ کے نام لیوا آج کیا کر رہے ہیں!!! اعلیٰ حضرت کی پوری زندگی تو کام سے عبارت ہے بیکاری کا ایک آدھ لمحہ بھی آپ کے یہاں کھوجے سے نہیں ملتا، مگر آج اُن کی محبت کا دم بھرنے والے اپنے کاموں کے تئیں کتنے مخلص ہیں اور وقت کے صحیح استعمال میں کتنے چوبند ہیں بتانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ سید وصی شاہ نے کیا مزے کی بات کہی ہے۔

عمل کی سوکھتی رگ میں ذرا سا خون شامل کر
مرے ہمدم فقط باتیں بنا کر کچھ نہیں ملتا

اعلیٰ حضرت کے نام پر چند سائٹیں نیٹ پر جلوہ افگن تو ہیں مگر ظاہری سج دھج کے علاوہ دینی سرمایۂ خصوصاً رضویات کے حوالے سے کام کی رفتار صفر کے برابر ہے، مگر دیکھیے یہ ہیں ہمارے ہمدم ریاض شاہد صاحب! جنھوں نے بے سروسامانی کے باوجود انٹرنیٹ کی تاریکیوں میں alahazratnetwork.org کے حوالے سے ایک ماہِ کامل اُجال دیا ہے، جس کی روشنی دور دور تک گئی ہے، اپنوں کے گھروں میں بھی اُتری ہے، غیروں کی کمین گاہوں میں بھی پہنچی ہے۔ اس مردِ مجاہد نے تن تنہا پوری جماعت کا قرض اتار دینا چاہا تھا مگر شومئی قسمت کہ نجدیوں اور وہابیوں نے اپنی خباثت باطنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وقتی طور پر اس سائٹ کو موقوف (Block) کردیا حد یہ کہ معلومات (Datas) تک دینے سے انکار کردیا تھا۔ مگر الحمدللہ! اس شاہین صفت مجاہد نے ہمت نہ ہاری، اور اپنی بکھری ہوئی توانائیاں جٹا کر پھر سر یرآرائے نیٹ ہوگیا۔

اس نیٹ کی اہمیت کا اندازہ شاید اُن لوگوں کو نہ ہوسکے جو اپنے دائیں بائیں کتابوں کے پشتارے سجائے بیٹھے ہوتے ہیں، مگر ہم جیسے غریب الدیار بے بضاعتوں کے لیے- جہاں حدائق بخشش کا ایک صفحہ بھی نایاب ہے پوری فتاویٰ رضویہ بلکہ اکثر کتاب ہائے اعلیٰ حضرت کا پلک جھپکتے ہاتھ لگ جانا- یقیناً کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔ یقین مانیں یہ سائٹ دیکھ کر ہمیں کتنی خوشی محسوس ہوئی، اس کی تعبیر حرف وصوت سے ممکن نہیں ہوسکتی۔ خدا لگتی یہ ہے کہ اس سائٹ نے ہمیں سینکڑوں سائٹوں سے یک قلم بے نیاز کردیا اور ہم اسی سائٹ پر دِل وار بیٹھے۔ معلومات ومعارف کا ایک قلزم کہنا چاہیے اِسے، اور رضویات کے حوالے سے ایک عظیم دائرۃ المعارف (Encyclopedia)۔ بعض دفعہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اعلیٰ حضرت بنفس نفیس نیٹ پر بیٹھے علم ومعرفت کے دھارے چھلکا رہے ہیں۔

''اعلیٰ حضرت نیٹ ورک'' کی اس اچھوتی بے مثال کاوش پر اعلیٰ حضرت کی روح کتنی خوش ہوئی ہوگی نہیں کہا جاسکتا۔ ایسی بیش بہا اور پر از معلومات سائٹ فراہم کرکے'' اراکین اعلیٰ حضرت نیٹ ورک'' نے جہاں وقت اور جماعت کی ایک عظیم ضرورت کی تکمیل کی ہے وہیں اپنی سعادتوں کا دائرہ بھی وسیع سے وسیع تر کیا ہے۔ یقیناً ان کے کاموں کی نوعیت جداگانہ اور متنوعانہ ہے، اور ایک مجاہدانہ وسرفروشانہ عزم وولولے کے ساتھ آپ لوگ گرم عمل ہوئے ہیں۔ بس ہمیں دعا کرنے دیں کہ اللہ کریم آپ کی ان سرگرمیوں میں مزید حرارت بخشے، مشکلات کی تحلیل فرمائے، آپ لوگوں کو جگ جگ سلامت رکھے اور اپنی رضا کے کام لے۔

یہ ویب سائٹ تو دراصل نیٹ پر بیٹھ کر دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی ہے، اس کی خوبیاں کہاں تک حیطہ بیان میں آئیں، تاہم ذیل میں ہم اس کا ایک اجمالی خاکہ قارئین کی خدمت میں پیش کیے دیتے ہیں۔

ویب سائٹ میں بہت سارے شعبہ جات (Sections) بنائے گئے ہیں، جن میں سے مرکزی شعبے کچھ یوں ہیں:

کتبِ اعلیٰ حضرت سیکشن: یہ ویب سائٹ کا سب سے اہم اور Main سیکشن ہے، یہاں پر تا دم تحریر 228 کتبِ اعلیٰ حضرت اپنی پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ موجود ہیں۔ ان میں کتبِ اعلیٰ حضرت کا وہ ذخیرہ بھی دنیا بھر میں پڑھنے کے لیے آن لائن (Online) دستیاب ہے جو کہ مارکیٹ سے غائب ہیں اور ہندوپاک کے علاوہ دیگر ممالک میں تو شاید ان میں سے دوچند کتابیں بھی نہ مل سکیں۔ اس لیے یہ سیکشن شیفتگانِ علم ومعرفت کے لیے ایک نعمت بے بہا ہے۔ مزید برآں مخطوطاتِ اعلیٰ حضرت جو کہ دنیا کی نظروں سے عرصہ سے اوجھل تھے- الحمدللہ- اب اس یوسف گم گشتہ کی بازیافت بھی ہوگئی ہے اور اس ویب سائٹ کی بدولت مشرق ومغرب کے ہر کونے سے انہیں ملاحظہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ کوئی مردِ میدان آگے آئے اور ان مخطوطات پر علمی وتحقیقی کام کرے۔ کچھ نہ سہی تو ابتداءً ان کا اردو ترجمہ ہی کردے۔

عالم اسلام خصوصاً دنیائے رضویت میں پہلی بار اس ویب سائٹ کو یہ اعزاز ملا کہ اس نے اتنی بڑی تعداد میں کتبِ اعلیٰ حضرت اور مخطوطاتِ اعلیٰ حضرت کو آن لائن پیش کرکے دنیا جہان کے لیے افکار وتعلیماتِ اعلیٰ حضرت سے استفادے کی راہیں آسان کردی ہیں۔

فتاویٰ رضویہ سیکشن: اس سیکشن میں فتاویٰ رضویہ (جدید) کی مکمل 30 جلدیں یعنی 21,500 سے زائد صفحات ہمہ وقت آن لائن دستیاب ہیں۔ **Alahazrat Network.org** دنیا کی پہلی (اور تا حال) واحد ویب سائٹ ہے جسے مکمل فتاویٰ رضویہ آن لائن لانے کا شرف حاصل ہے۔

عربی سیکشن: اس سیکشن میں حضور سیدنا اعلیٰ حضرت کی عربی کتب نیز آپ کے کوائف وخدمات کے اعتراف میں بزبان

عربی لکھی گئیں کتابیں دستیاب ہیں۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس سیکشن کی ضخامت بھی بڑھتی جارہی ہے۔

انگلش سیکشن: اس سیکشن میں اعلیٰ حضرت کی کتب کے انگلش ترجمے (Translations) موجود ہیں۔ نیز اعلیٰ حضرت پر انگریزی زبان میں لکھی گئی کتب بھی شاملِ سیکشن ہیں۔اس کے علاوہ دیگر کتب اور فقہی سوال وجواب بھی اس سیکشن کا حصہ ہیں۔

اعلیٰحضرت پر لکھے گئے مضامین/ آرٹیکلز: اس سیکشن میں تا حال 250 کے قریب مضامین ومقالات (Articles) شامل کیے جاچکے ہیں۔ یہ اعلیٰ حضرت پر اب تک لکھے گئے آرٹیکلز کا خاصا بڑا ذخیرہ ہے اور روز افزوں اضافے کا عمل بھی جاری ہے۔

مولانا حسن رضا سیکشن: اس سیکشن میں استاذِ زمن مولانا حسن رضا خان-علیہ الرحمہ- کے اشہب قلم سے نکلے ہوئے شاہ کار شامل ہیں۔ان کی بعض کتابیں ایسی ہیں جن کے ہم نے صرف نام ہی سنے تھے مگر اس سائٹ کی بدولت انھیں پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

پی. ایچ .ڈی سیکشن: یہ سیکشن امام اہل سنت، مجددِ دین و ملت پر کیے گئے پی۔ایچ۔ڈی مقالات کا حامل ہے۔

ڈاؤن لوڈ سیکشن: اگر آپ انٹرنیٹ کا استعمال کم کرتے ہیں، یا انٹرنیٹ کی بچت چاہتے ہیں اور سب کچھ انٹرنیٹ سے منسلک (Connect) رہتے ہوئے نہیں پڑھ سکتے تو آپ کی سہولت کے لیے ویب سائٹ نے ڈاؤن لوڈ (Download) کا بھی اہتمام وانتظام کیا ہے کہ آپ اپنی من چاہی کتاب ڈاؤن لوڈ کر کے اپنے کمپیوٹر میں محفوظ کرلیں اور فرصت کے اوقات میں جب چاہیں ان کے مطالعہ سے اپنے دیدہ ودل کی سیرابی کا سامان کریں۔اس سیکشن میں تقریباً تمام کتب ڈاؤن لوڈنگ کے لیے دستیاب ہیں۔

کتب احادیث سیکشن: انٹرنیٹ پر ہر طرف بدعقیدوں کے ترجمے بکھرے پڑے تھے۔اگر بخاری شریف کا اردو ترجمہ کوئی تلاش کرنا چاہتا تو حیرت کی بات ہے کہ اسے صرف قادیانیوں کا کیا ہوا اُردو ترجمہ نظر آتا تھا۔وقت کی اس اہم ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے alahazratnetwork.org نے -الحمد للہ- صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی، جامع ترمذی یعنی صحاح ستہ کے ساتھ مشکوۃ شریف، مرآت المفاتیح شرحِ مشکوۃ المصابیح اور المواہب اللدنیہ وغیرہ کے تراجم علمائے اہل سنت کو آن لائن کردیا ہے تاکہ دنیا حدیث کے صحیح معنی ومفہوم سے آشنائی حاصل کرسکے۔زیادہ تر ترجمے علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری علیہ الرحمہ کے ہیں، جو جماعت کے ایک مستند عالم دین سمجھے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی درجنوں سیکشن ویب سائٹ کی زینت ہیں جن میں نایاب کتب وآرٹیکل آن لائن ریڈنگ اور ڈاؤن لوڈنگ کے لیے ہمہ وقت حاضر ہیں۔علاوہ بریں علمائے اہل سنت کی بہت سی مشہور ومعروف کتابیں اور شروحات بھی اس سائٹ پر دستیاب ہیں، بس ایک کلک کی دیر ہے جہانِ کتب اپنی جملہ تب وتاب کے ساتھ آپ کی نگاہوں کے سامنے ہوگا۔

ویب سائٹ کی مقبولیت: الحمد للہ امام اہل سنت، مجددِ دین و ملت حضور سیدنا اعلیٰ حضرت کے دیوانے شیدائی دنیا کے کونے کونے میں موجود ہیں۔انہیں جب اعلیٰ حضرت پر اس قدر مواد آن لائن نظر آیا تو انہوں نے اس ویب سائٹ کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔اس سائٹ کی پذیرائی کا اندازہ آپ اس سے کرسکتے ہیں کہ تا حال یہ ویب سائٹ ہر ماہ 80 سے زائد ممالک میں Visit کی جاتی ہے، جن میں ٹرینڈاڈ، جیسے دور دراز ممالک بھی شامل ہیں۔ماہانہ Hits کی تعداد 10 لاکھ سے اوپر ہے۔

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری
گھر گھر لیے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا

ریسرچ ورک: کتبِ اعلیٰ حضرت پر کما حقہ ریسرچ کرنے کے لیے اعلیٰ حضرت نیٹ ورک نے ایک اور سنگِ میل بھی عبور کرلیا ہے اور وہ یہ کہ بیشتر کتبِ اعلیٰ حضرت کی کمپوزنگ کا کام مکمل ہوچکا ہے نیز فتاویٰ رضویہ کی 30 جلدیں بھی کمپوزنگ کے دشوار گزار مراحل سے گزر چکی ہیں، سردست جماعت کے مستند اور جید علما اس کی پروف ریڈنگ میں مشغول ہیں۔اس کے بعد ڈیٹا بیس کے ذریعہ ان کتابوں پر ریسرچ کا کام کرنے کا خیال ہے۔دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے منصوبوں میں کامیاب فرمائے۔

اگر آپ بھی اس کارِ خیر میں اپنا حصہ شامل کرنا چاہیں اور علمی معاونت کے لیے آپ کے پاس کوئی کتاب یا آرٹیکل موجود ہو یا اعلیٰ حضرت کے حوالے سے کوئی سی بھی چیز جسے قارئین کے لیے آپ نفع بخش سمجھتے ہوں تو پہلی فرصت میں ذیل کے پتے پر ارسال کرنے کی زحمت فرمائیں۔نیز علمائے اہل سنت وجماعت سے بھی مودبانہ گزارش ہے کہ کتبِ اعلیٰ حضرت پر ریسرچ کے کام میں معاونت وراہنمائی فرمائیں۔بس اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔☆☆

آئینۂ وطن

تقسیم ہند کے بعد ہندستانی مسلمان

مولانا محمد ادریس بستوی

یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ تقسیم ہند میں ہندستان میں رہ جانے والے مسلمانوں کو اتنا زبردست نقصان پہنچا ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور اس عظیم نقصان کی تلافی بظاہر ناممکن نظر آتی ہے۔ البتہ اگر مسلمان فراست، دانائی اور اخلاص سے اس سمت جدوجہد کرے تو نتیجہ مسلمانوں کے حق میں نکل سکتا ہے اور ایک بار پھر نقبہ وافلاس کا شکار ہندستانی مسلمان ماضی کی تابناک زندگی حاصل کرسکتا ہے۔حادثۂ تقسیم نے مسلمانوں کو جو ہمہ جہت نقصان پہنچایا اس کی اجتماعی تصویر اس طور پر ہے۔

(1) 1947ء کی تقسیم کے نتیجے میں مسلمانوں کا وہ دانش ور طبقہ جو فہم وفراست کا مالک تھا اور سیاسی سوجھ بوجھ کی وجہ سے بساط سیاست پر کامیابی سے ہم کنار ہوتا تھا تقریباً کل کا کل ہندستان چھوڑ کر دیارِ غیر میں چلا گیا۔

(2) ملک میں جو مسلمان بڑی صنعتوں کے مالک اور سرمایہ دار تھے، انھوں نے بھی ہندستان کو خیر باد کہا اور مغربی یا مشرقی پاکستان کی طرف رخت سفر باندھ کر چلے گئے۔

(3) مسلم جاگیردار اور زمیں دار جن کے ہزاروں مزارع اور اسامی تھے، انھیں یہ خوف لاحق ہوا کہ ہم جہاں حکمرانی کررہے ہیں وہاں ہمیں غلام اور محکوم بن جانا پڑے گا۔عزت نفس کے تحفظ کے لیے انھوں نے مملکت خداداد پاکستان کو اپنی نئی آماجگاہ بنانا پسند کیا اور یوپی جیسے بڑے صوبے میں لاکھوں کی تعداد میں جو زمیں دار رہ گئے تھے خاتمۂ زمیں داری کے قانون نے انھیں مفلوک الحال، تنگ دست اور بے سروسامان کردیا۔

(4) تعلیم یافتہ طبقے میں جو عصری تعلیم سے آراستہ تھے اور اپنی صلاحیت کی بنیاد پر بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر فائز رہے، انھوں نے بڑی سرعت سے اپنا تبادلہ پوربی یا پچھمی پاکستان میں کرالیا، انھیں کے ساتھ حالات سے مجبور ہوکر متحرک، فعال اور صاحب بصیرت علما کی ایک اچھی تعداد بھی ہندستان سے کوچ کر کے مغربی اور مشرقی پاکستان چلی گئی۔

(5) ہندستانی فوج، سول پولیس اور سرکاری زمرے میں جو ملازمین تھے انھوں نے ہندستان چھوڑنے اور دیارِ غیر میں پناہ لینے میں عافیت سمجھی۔انھوں نے بھی ہندستان سے کوچ کردیا۔

اب ہندستان میں تقسیم ملک کے بعد نگاہ دوڑائی گئی تو ساڑھے تین کروڑ مسلمان رہ گئے تھے، جو معمولی کاشت کار، چھوٹے بنکر، اور دوسری صنعتوں سے لگے ہوئے لوگ تھے۔وہ ہر حال میں تباہ وبرباد مسلمان ہی رہ گئے تھے مگر انھیں میں کچھ ایسے اولوالعزم افراد بھی تھے جن کا تعلق ہر طبقے سے تھا۔انھوں نے ملک چھوڑنے کو ناپسند کرتے ہوئے مسلمانوں کی ازسرِ نو شیرازہ بندی کا عزم محکم ظاہر کیا اور اسی وقت سے اس سمت کام بھی شروع کردیا جس کے نتائج یقیناً قابل فخر ہیں اور انشاء اللہ جلد ہی ہندستانی مسلمان اپنی عظمت رفتہ کو حاصل کرلے گا۔

1947ء میں مسلمانوں کی بے سروسامانی اور انتہا سے زیادہ پریشانی کو دیکھ کر ملک کی فسطائی قوتوں نے انھیں دائمی غلامی اور محکومی کی زنجیر پہنانے اور ساتھ ہی ساتھ انھیں اسلام سے برگشتہ کردینے کی کوشش وسیع پیمانے پر شدت کے ساتھ شروع کردیں۔وہ لوگ جو قوموں کے عروج وزوال میں صرف مالی، مادی، اور افرادی قوت کو ہی کارفرما سمجھتے ہیں، انھیں یہ غلط فہمی ہوگئی تھی کہ ہندستان سے مسلمان کا وجود حرف غلط کی طرح مٹ جائے گا اور اس وسیع ملک پر صرف اور صرف پرچم کفر لہرائے گا اور اس کے لیے اس ملک میں پوری آزادی کے ساتھ ساٹھ سال تک تمام وسائل کا استعمال کر کے دیکھ لیا کہ اس عرصے میں مسلمان اپنی بے سروسامانی، کم مائیگی، اقتدار کی کرسی سے دوری کے باوجود اپنے سینے میں شمع توحید روشن کیے رہا، نہیں بلکہ شمع اسلام کی تابانی پریشانی میں بھی بڑھتی جارہی ہے اور کوئی مسلمان اسلام کی وادیِ نور سے نکل کر کفر کی ظلمات میں جانے کو تیار نہیں۔البتہ اس ساٹھ سال

نائب ناظم الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

میں لاکھوں غیر مسلموں نے اسلام قبول کر کے کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمانوں کی افرادی قوت میں زبردست اضافہ کردیا۔ جس وقت ملک تقسیم ہوا تھا، اس وقت ہندستانی مسلمانوں کی تعداد ساڑھے تین کروڑ رہ گئی تھی اور آج ساٹھ سال کے بعد سرکاری اعداد وشمار کے مطابق مسلمانوں کی تعداد بھارت میں پندرہ کروڑ ہوگئی ہے (جب کہ دراصل مسلمانوں کی تعداد بیس کروڑ سے کم نہیں ہے۔) یہ پانچ گنا اضافہ آبادی صرف کثرت اولاد کا نتیجہ نہیں بلکہ بڑی تعداد میں غیر مسلموں کے داخلِ اسلام ہونے کا ثمرہ بھی ہے۔

جب فسطائی قوتوں نے یہ دیکھا کہ ہم مسلمانوں کو ہندستان میں نیست ونابود کردینے کا منصوبہ بنارہے تھے لیکن ان کی تعداد تو سیلاب کی طرح بڑھتی جارہی ہے تو وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوگئے کہ اب تک انھوں نے جو جو ترکیبیں کی ہیں اور شدھی کرن کے جتنے اسلحے استعمال کیے ہیں وہ سب کے سب ناکارہ اور کند ثابت ہوئے تو وہ بدحواس ہوگئے اور نئے نسخے کی تلاش میں دنیا بھر میں دوڑنے لگے اور اس سلسلے میں انھوں نے اپنے منصوبے کی تکمیل کے لیے سب سے زیادہ مجرب اور آزمودہ کار یہودی قوم کو پایا اور یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم یہودی اور عیسائی نسخے کو استعمال کر کے مسلمانوں کو اسی طرح تباہ وبرباد کردیں گے جس طرح عیسائیوں نے اسپین میں اور یہودیوں نے فلسطین میں مسلمانوں کو تباہ وبرباد کردیا۔

اس منصوبے کی عمل درآمد کے لیے پہلے حکومت ہند پر دباؤ ڈال کر فسطائی قوتوں نے اسرائیل کی غاصب حکومت کو ہندستان سے تسلیم کرواکر یہودیوں کو دہلی میں سفارت خانہ کھول کر اپنے ناپاک منصوبوں کی تکمیل کے لیے قدم جمانے کا موقع دیا۔ آزادیِ وطن کے بعد سے ہی اس سمت میں فرقہ پرست قوتیں درپردہ زبردست مہم چلا رہی تھیں، لیکن پنڈت جواہر لال نہرو کے دورِ وزارت میں پھر لال بہادر شاستری، اندرا گاندھی اور دوسرے قائدین نے اسرائیل کی ذلیل حکومت کو مانیتا دینے سے انکار کیا۔ ہندستان کے سب سے بڑے قومی لیڈر مسٹر گاندھی نے شدت سے اسرائیل کو تسلیم کرنے کی مخالفت کی، لیکن مسٹر نرسمہاراؤ کے دورِ وزارت عظمیٰ میں اسرائیل جیسی ناپاک حکومت کو تسلیم کر کے ملک کے اقتدار اعلیٰ کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ اسی وقت سے ہندستان میں تسلسل کے ساتھ صیہونی لابی کی آمد ہورہی ہے اور ہمارا ملک قسم قسم کی پریشانیوں میں مبتلا ہوتا جارہا ہے۔

یہ نسخہ ملک کی فسطائی قوتوں نے یہودیوں سے سیکھا کہ ملک کے اقتدار پر قابض ہونے کے لیے جمہوری طریقہ ہمارے لیے کار آمد نہیں ہوسکتا۔ ان لوگوں نے بخوبی یہ بات جان لی کہ وہ صدیوں تک الیکشن لڑنے کے باوجود پارلیمنٹ میں اپنی واضح اکثریت نہ لا پائیں گے اور جب واضح اکثریت نہیں لا پائیں گے (تو اپنے ناپاک منصوبوں کی تکمیل بھی نہیں کر پائیں گے) کیوں کہ ملک کی اکثریت فسطائیت اور فرقہ پرستی کے خلاف ہے۔ یہ ایک سیکولر ملک ہے اور یہاں کے بسنے والوں میں زبردست رواداری پائی جاتی ہے تو ان سازشی قوتوں نے ملک پر قبضہ کرنے کے لیے فوج کے افسروں پر جادو چلانا شروع کردیا اور یہ سوچ لیا کہ جس طرح ہٹلر نے جمہوری طرز انتخاب میں ناکام ہونے پر فوج کے ذریعہ اقتدار پر قبضہ کرلیا تھا۔ اسی نسخے پر ہم بھی عمل کریں جس کی تفصیل انھیں یقیناً اسرائیل سے ملتی ہوں گی۔ اس سلسلے ہی کی وہ کڑیاں ہیں جن میں سادھوی پرگیہ سنگھ ٹھاکر کے ذریعے بڑے بڑے فوجی افسروں کو فسطائیت کے جال میں پھنسا کر ان سے دہشت گردانہ کارروائیاں کرائی گئیں اور بے شمار قیمتی جانیں ہندستانیوں کی ضائع ہوگئیں۔ یہ تو آر ایس ایس اور بی جے پی کی ہی بد نصیبی تھی کہ راز فاش ہوگیا اور ''کرکرے'' جیسے باصلاحیت افسر نے اپنی تفتیش کے ذریعہ کالی بھیڑوں کو منظر عام پر لاکر کھڑا کرنا شروع کردیا۔

اب اسی دوران 26/نومبر 2008ء کو عروس البلاد ممبئی کی اہم جگہوں پر دہشت گردانہ حملہ ہوتا ہے اور حکومت کی تحقیق کے مطابق آنے والے دسوں دہشت گرد پاکستان کی زمین سے آئے تھے، جن میں نو مارے گئے، ایک زندہ گرفتار ہے، مگر سب سے زیادہ افسوس ناک یہ بات ہے کہ اسی حملے میں کرکرے جیسے باصلاحیت افسر کو بھی گولیوں نے چاٹ لیا۔ کرکرے کی موت ہندستان کے لیے قومی نقصان ہے، اور وہ فسطائی قوتیں جن کی نشان دہی کرکرے اپنی رپورٹ میں کرچکے تھے، ان کے لیے یقیناً راحت کا سانس لینے کا موقع ہے اس لیے میں حکومت ہند سے پرزور مطالبہ کرتا ہوں کہ اس نقطہ پر ضرور تحقیق کرائی جائے کہ آنے والے پاکستانی دہشت گردوں اور ہندستانی فسطائی قوتوں کے بیچ کون سا رشتہ ہے؟ اس دہشت گردی سے صرف آر ایس ایس کے افراد کو ہی راحت پہنچی ہے۔ باقی سارا ہندستان پریشان ہے۔

کیا دہشت گردی کی بنیاد فرقہ پرستی ہے؟

''**بزمِ دانش**'' میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر وبصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم ارباب قلم اور علماے اسلام کو آواز دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ **از: مبارک حسین مصباحی**

مئی 2009ء کا عنوان لوک سبھا الیکشن میں مسلمانوں کا کردار کیا ہونا چاہیے؟

جون 2009ء کا عنوان مسلم معاشرے پر گلوبلائزیشن کے بڑھتے اثرات۔

دہشت گردی کے پیچھے عموماً سیاسی مقاصد کار فرما ہوتے ہیں

دہشت گردی کے عفریت نے اپنی فتنہ سامانیوں سے پوری دنیا کو لرزہ براندام کر رکھا ہے، پوری دنیا دہشت گردی کی آگ میں جھلس رہی ہے۔ دن بدن دہشت پسندانہ کارروائیوں کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔ دہشت گردی کے نئے نئے روپ اور نئی نئی شکلیں سامنے آرہی ہیں، جنھیں میڈیا میں مذہبی دہشت گردی، سیاسی دہشت گردی، اسلامی دہشت گردی، ہندو دہشت گردی اور نہ جانے کن کن ناموں سے پیش کیا جاتا ہے۔ انواع واقسام کی ان دہشت گردیوں کو دیکھتے ہوئے اس کی صحیح تعریف اور اسباب وعلاج کا تعین مشکل سے مشکل تر ہوتا چلا جارہا ہے۔ دہشت گردی کے بیش تر واقعات فرقہ پرستی کے بطن سے جنم لیتے ہیں۔ جنوبی ہند کے عظیم صنعتی وتجارتی شہر حیدرآباد کی تاریخی مکہ مسجد میں بم دھماکوں کا مقصد یہی تھا کہ شہر کے امن وامان کو تباہ کر کے خوف ودہشت کا ماحول پیدا کردیا جائے۔ اس کے علاوہ دیگر بم دھماکوں کے پس پردہ فرقہ پرستی ہی کے جذبات کام کررہے تھے، لیکن دہلی کے سلسلہ وار بم دھماکے، اگست 2002ء میں اکشر دھام ایکس پریس اور شرم جیوی ایکس پریس کا حادثہ۔ اس طرح ملک کی مختلف ریاستوں میں اسٹیشنوں، ہوٹلوں، تفریح گاہوں، جہاں بلا تفریق مذہب وملت ہندو مسلم سکھ عیسائی سبھی فرقے کے لوگ موجود ہوتے ہیں، میں رونما ہونے والے دہشت پسندانہ واقعات کا سبب فرقہ پرستی کو ہرگز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ان حملوں کے پیچھے عموماً سیاسی مقاصد کار فرما ہوتے ہیں اور ان کے ماسٹر مائنڈ بھی سیاسی لوگ ہوا کرتے ہیں جن کی حیوانیت اور درندگی انتہا کو پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے ہزاروں بے گناہ انسانوں کے قتل عام سے بھی گریز نہیں کرتے۔ حالیہ ممبئی سانحہ اور اے ٹی ایس سربراہ ہیمنت کرکرے کے بہیمانہ قتل کے مضمرات پر غور وخوض کرنے سے بھی یہ حقیقت عیاں ہوجاتی ہے کہ ان کارروائیوں کے پس منظر میں جہاں یہ مقصد کار فرما تھا کہ آبرو باختہ سادھوی پرگیہ سنگھ ٹھاکر اور کئی دہشت پسند ہندو تنظیموں کو اے ٹی ایس کی حقیقت پسندانہ تحقیقات سے بچایا جائے، وہیں اس سے کئی سیاسی مقاصد بھی وابستہ تھے۔ جانچ کے دوران کئی اہم سیاسی شخصیتوں اور فوج کے اہم عہدے داروں کے چہرے بھی سامنے آنے لگے تھے، جس کی وجہ سے ایوانِ سیاست میں کھلبلی مچنے لگی تھی اور ہیمنت کرکرے کی انصاف پسندانہ تحقیقات کو سیاسی رنگ دے کر بے اثر کرنے کی مکمل کوشش کی جارہی تھی۔ ہیمنت کرکرے نے اپنے ایک بیان میں ان ہی حالات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ: ''مجھے معلوم نہیں کہ اس معاملے نے کیسے سیاسی رنگ اختیار کرلیا، ہم پر بہت زیادہ دباؤ ہے اور میں اس کے لیے کافی متفکر ہوں کہ کیسے اس معاملے کو سیاست سے باہر نکالا جائے۔''

دہشت گردی کا ایک اہم سبب مظلوموں کے ساتھ ناانصافی اور ظالموں کی پشت پناہی بھی ہے۔ اکثر دہشت گردانہ

کارروائیوں میں بے گناہ افراد کو سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا جاتا ہے، جب اصل مجرم سرِ عام گھومتے ہیں، اس سے باغیانہ ذہنیت پیدا ہوتی ہے۔ گزشتہ دو دہائی سے ملکی و بین الاقوامی سطح پر ایسا ہی ماحول قائم ہے جس کا تدارک نہایت ضروری ہے۔ عدلیہ کو مضبوط و مستحکم کرنے کی بھی سخت ضرورت ہے تاکہ دہشت گردانہ کارروائیوں پر قابو پایا جاسکے۔

از: مولانا محمد ساجد مصباحی، استاذ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف

دہشت گردی کی اصل بنیاد فرقہ پرستی ہے

فلسطین سمیت پوری مسلم دنیا آج دہشت گردی کے نرغے میں ہے اور المیہ یہ ہے کہ مسلمان ہی جارحیت و دہشت کا ملبہ بن رہے ہیں اور مسلمان ہی کو اس کا موردِ الزام ٹھہرایا جارہا ہے۔ ہر مسلمان خوف و دہشت کے سائے میں سانس لینے پر مجبور ہے اور جو واقعی دہشت گرد ہیں وہ اپنے بنگلوں میں عیش کر رہے ہیں، ان کا کوئی پوچھنے والا نہیں کہ تمہارے منہ میں کتنے دانت ہیں۔ دنیا کا ہر انصاف پسند اور انسانیت نواز فرد دہشت گردی کی اس آگ سے تپا جارہا ہے، فکر کے پر جل رہے ہیں، سوچ کا دامن جھلس رہا ہے خیالات کا بدن زخمی ہورہا ہے وہ فکر کے کاندھے پر دنیا میں جاری دہشت گردی کا لاشہ اٹھائے پھر رہا ہے، لیکن وہ اسے کہاں دفن کرے، کس مرگھٹ پر جاکر اس کی چتا کو آگ لگادے، اسی سلسلے میں سبھی کی سوچوں کے تالاب سے ممکنہ حل کی مرغابیاں اڑ چکی ہیں، حتیٰ کہ حکومتوں کے ایوانوں میں بھی دہشت گردی و جارحیت پرستی کے جن کو بوتل میں بند کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں (وہ اس کے بارے میں کتنے مخلص ہیں، یہ الگ مسئلہ ہے) لیکن یہ دہشت گردی کا جن کسی کے بھی قابو میں نہیں آرہا ہے۔ آخر دہشت گردی کس ناجائز کوکھ سے جنم لے رہی ہے، اس کی پیدائش میں کس کا نطفہ شامل ہے کہ آج دہشت و جارحیت کثیر العیال ہو چکی ہے؟

دہشت گردی کی جڑیں جب تک تلاش نہیں کی جائیں گی اور ان کے عناصر کو جب تک زہر کا گھونٹ نہیں پلایا جائے گا، اس وقت تک دہشت گردی کا الو بولتا رہے گا اور وہ جس علاقے کی شاخ پر بھی بیٹھے گا وہاں سے امن و امان کے پرندے اڑا دے گا، اخوت و بھائی چارگی کے طائر بھگا دے گا۔ دہشت گردی کے نام پر بے قصور عوام بلکہ یوں کہیے کہ مسلمانوں کی پکڑ دھکڑ اور ان پر دہشت گردی کا الزام لگا کر جیلوں میں ٹھونس دینے اور مسلم نام والی تنظیموں کے گلے میں الزام کی رسی ڈال کر مقتل تک گھسیٹنے سے نہ کبھی دہشت گردی کا خاتمہ ہوا ہے اور نہ ہوگا، ورنہ کیا وجہ ہے کہ حکومت انسدادِ دہشت گردی کے نام پر جن لوگوں کو گرفتار کر رہی ہے اور دہشت گردی کے خاتمے کے لیے جن قوانین و دفعات کا استعمال ہو رہا ہے اس سے بجائے گھٹنے کے اس کا طوفان اتنی زور سے آرہا ہے کہ حکومت کے بام و در بھی منہدم ہو رہے ہیں۔

آیئے دہشت و جارحیت کے اوراق کھولیں اور بین السطور میں جھانکیں تو آپ اس احساس سے روبرو ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ دہشت گردی کا زخم جہاں سے بہہ رہا ہے وہاں حق تلفی کا فاسد مادہ آسن جمائے بیٹھا ہے۔ جب تک اس فاسد مادے کو صاف نہیں کیا جائے گا تب تک دہشت و جارحیت کا زخم نہیں سوکھے گا۔ آپ ذرا تصور کیجیے کہ جس شخص کے سامنے اس کے والد کو بموں کا نشانہ بنایا گیا ہو، اس کی ماں کا دامنِ عزت تار تار کیا گیا ہو، اس کی بہن کی بے داغ جوانی کو داغ دار کر دیا گیا ہو، اس کے ننھے منے بھائیوں کی کلکاریاں ہمیشہ کے لیے بند کر دی گئی ہوں اور اس کے رشتہ دار و احباب کو ظلم و بربریت کی بھٹی میں جھونک دیا گیا ہو تو کیا وہ شخص دنیا میں زندہ رہنا پسند کرے گا؟ یعنی ماں اور بہن کی تقدس مآب شخصیت پر کیچڑ اچھالنے والے غنڈوں کو کچا نہیں چبا جائے گا؟ آج کشمیر، فلسطین، عراق وغیرہ میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے بنیادی اسباب یہی ہیں۔ ایسے چند لوگ مل کر جو ہر طرف سے چوٹ کھائے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کی ماؤں، بہنوں، بھائیوں، رشتہ داروں کے دردناک قتل کی یادیں ہمیشہ ان کے ذہن کی گلیوں میں دوڑتی رہتی ہیں اور پھر وہ ردِ عمل کے طور پر جو کچھ انجام دیتے ہیں اسے دنیا دہشت گردی کا نام دیتی ہے، اور پھر ان کے ساتھ ایسے لوگ بھی شامل ہو جاتے ہیں جو غنڈہ گردی کر کے لوٹ کھسوٹ کرتے ہیں اور آگے چل کر یہی لوگ حکومت کے لیے ناقابلِ تسخیر ہو جاتے ہیں۔ حکومت کو ان افراد پر کنٹرول کرنا چاہیے جو دہشت پروری کا کارخانہ کھولے بیٹھے ہیں۔ دہشت گردی کے مال کی سپلائی اسی وقت بند ہوگی جب یہ دہشت پروری کے کارخانے بند ہوں گے۔ لیکن حکومتیں اس سلسلے میں کیا کر رہی ہیں، دنیا کے سارے پڑھے لکھے انسان اسے خوب خوب محسوس کر رہے ہیں۔

ہندستان میں اصل دہشت گرد آر ایس ایس، بجرنگ دل، وی ایچ پی، اور شیو سینا کے لوگ ہیں اور ہندستان میں جتنے بھی فسادات ہوتے ہیں یا بم

دھماکے ہوتے ہیں ان میں ان ہی کے افراد ملوث ہوتے ہیں یا انھیں کی ایما پر یہ کام انجام پاتا ہے۔ یہ سارے حقائق آنجہانی مسٹر ہیمنت کرکرے چیف اے ٹی ایس کے ذریعہ منکشف ہو چکے ہیں۔ لیکن ان حقائق کے انکشافات کے نتیجے میں مسٹر ہیمنت کرکرے کو موت کے منہ میں پہنچا دیا گیا۔ 26 نومبر کو ممبئی میں ایک منظم سازش کے تحت حملے کرائے گئے جس نے پوری دنیا کو چونکا دیا۔ ان حملوں پر غور کرنے کے بعد کوئی بھی منصف اس نتیجے تک بہ آسانی پہنچ سکتا ہے کہ یہ سارا کھیل ہیمنت کرکرے کو قتل کرنے اور کرکرے ہندو دہشت گردوں کا جو چہرہ دنیا کو دکھا رہے تھے، اس پر سے توجہ ہٹانے کے لیے کیا گیا تھا۔ کرکرے کا قتل آر ایس ایس کی سپاری پر یہودی تنظیم موساد نے کیا لیکن اس کے لیے زخم خوردہ مسلم نوجوانوں اور مسلم تنظیموں کو خریدا گیا اور نتیجۃً اتنی بھیانک تباہی کا ذمہ دار مسلمانوں ہی کو ٹھہرا دیا گیا۔ اس حادثے کا تذکرہ اس لیے ضروری سمجھا جارہا ہے تاکہ یہ اندازہ ہو، دہشت گردی کا خون ان نظریات کے بدن سے نکل رہا ہے جو ہندو ازم پر یقین رکھتے ہیں اور پورے ہندستان کو ہندو راشٹر کے خول میں لپیٹ دینا چاہتے ہیں، لیکن بدقسمتی سے حکومت مسلمانوں ہی کو قصوروار سمجھتی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ہندستان کی عدلیہ، انتظامیہ اور مقننہ تینوں میں بہت اندر تک ایسے افراد داخل ہو چکے ہیں جن کے نظریات مسلم دشمنی کے خون میں رنگے ہیں اور حکومت بھی ایسے عناصر کو خوب جانتی ہے لیکن وہ ان پر دہشت گردی کا لیبل چسپاں نہیں کر سکتی۔

فلسطین پر اسرائیل کی دہشت گردی ہی کو لے لیں، ساری دنیا کی طرف سے احتجاج ہوا۔ اقوام متحدہ بھی اس کی دہشت گردی کے پاؤں میں سر ڈالے خود کو بے بس محسوس کر رہی ہے۔ ان سارے حقائق کے تجزیے اور مشاہدے کے بعد ہر کوئی اس کے بنیادی اسباب تک پہنچ سکتا ہے کہ دہشت گردی کے پنپنے اور جارحیت کا تماشا کیے جانے کے پیچھے فرقہ پرستی رقص کر رہی ہے۔ گویا دہشت گردوں کی اصل بنیاد فرقہ پرستی ہی ہے۔ اس لعنت کا طوق دنیا کے گلے میں اس وقت تک پڑا رہے گا جب تک اصل مجرموں کو سزا نہیں دی جائے گی اور ان کو کیفرِ کردار تک نہیں پہنچایا جائے گا۔ لیکن اگر ایک جہت سے دیکھیں تو فرقہ پرستی کو کلی طور پر اس کی بنیاد نہیں کہا جاسکتا۔ بعض افراد یا تنظیمیں اپنے حق کے حصول کے لیے لڑتی ہیں اور اس کے لیے وہ کچھ بھی کر گزرنے سے دریغ نہیں کرتیں، حکومت سے اپنے حقوق و مطالبات منوانے اور اپنا زور و طاقت دکھانے کے لیے وہ جارحیت و دہشت کا قبلہ بنا کر اپنی ساری کوششیں کرسی کی طرف سجدہ ریز کر دیتی ہیں، لیکن ایسا کم ہی ہوتا ہے اور حکومت اس پر قابو بھی پالیتی ہے۔ آج دہشت گردی کی جس آگ میں پوری دنیا خصوصاً مسلم دنیا کھڑی ہے اس میں فرقہ پرستی کی لکڑیاں سلگائی جارہی ہیں تو جب تک اصل مجرموں کو سزا نہیں دی جائے گی فضا میں دہشت گردی کے شرارے اڑتے رہیں گے۔

دہشت گردی کی جائے ولادت ایک اور بھی ہے جس نے خاص طور پر مسلمانوں کے گلے میں پڑی ہوئی امن و امان کی مالا کو توڑ ڈالا ہے۔ اہل سنت و جماعت سے جو حضرات متصادم ہیں ان میں سب نہیں تو بعض لوگ ضرور اسلامی ریاست کے قیام اور دینی تعلیمات کے نفاذ کے لیے امن و امان کا جنازہ نکال رہے ہیں، جہاد کے نام پر دہشت گردی کا تماشا کر رہے ہیں۔ یہ لوگ جہاد جیسے مقدس لفظ کے پیکر کو اپنے باطل نظریات کی قبا پہنا رہے ہیں اور دنیا ان کی ظاہری شکل و صورت دیکھ کر جہاد اور جہادیوں سے تو خائف ہے ہی، اسلامی تعلیمات کے سینے میں بھی اپنی ملامتوں اور تنقیدوں کا خنجر گھونپ رہی ہے۔ دنیا بھر میں اسلام اور جہادِ اسلامی کا جو چہرہ مسخ ہوا اور مسلمانوں کو مشکوک زاویے سے دیکھا جارہا ہے اس میں ایسے ہی لوگوں کی کاوشیں پنہاں ہیں۔ ملک کی خفیہ ایجنسیوں کی نگاہیں بھی ان کے منفی کردار تک پہنچ چکی ہیں، چناں چہ چند ماہ پہلے ملک کے موقر جریدے انڈیا ٹوڈے سمیت کئی اخباروں میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ آزادی کے بعد ہندستان میں جتنے بھی بم دھماکے ہوئے ہیں اور بنام مسلم اس میں جو افراد شریک ہوئے ان سب کا تعلق دیوبندی مکتبِ فکر سے ہے۔ یہ لوگ امن و امان کے مخالف ہیں۔ جب کہ بریلوی حضرات صوفی ازم پر یقین رکھتے ہیں، وہ ایسی کارروائیوں میں ملوث نہیں ہوتے۔ خفیہ ایجنسیوں کے اس انکشاف کو معمولی نہ سمجھا جائے۔ ان کی وجہ سے سنی مسلمان بھی بہت زیادہ پریشان ہیں اور ان کے سروں پر خوف و ہراس کا پرندہ منڈلا رہا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دہشت گردی کا ایک رخ یہ بھی ہے جس نے اسلامی ریاست کے قیام کو لے کر محاذ سنبھالا ہے۔ پاکستان سے کشمیر تک ایسے ہی لوگ کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں ان کی کوششوں اور رگوں میں مسلم دشمنی کا خون دوڑتا ہے، یہ فرقہ پرست لوگ ہیں، ان کی کوششیں نہ کامیابی سے ہم آغوش ہوئی ہیں اور نہ مستقبل میں کبھی ہوں گی۔ باغِ حیات میں امن و امان کے پھول تب ہی کھل سکتے ہیں جب ایسے باغبانوں کو سخت سزائیں دی جائیں جو ان خوش نما پھولوں کو اپنے ہاتھوں سے مسل ڈالنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس سوال کی نوک ذہن میں چبھ رہی ہے کہ کیا حکومت ایسا کر سکتی ہے، کیا حقیقی خطاوار دہشت گردوں کا گلا گھونٹا جاسکتا ہے، اگر نہیں تو پھر قوانین بنا لینے، ان کو نافذ کر دینے، بے قصوروں پر الزام لگانے، ان کی زندگی سے کھلواڑ کرنے سے دہشت گردی اور توانا ہو سکتی ہے اور حکومت کی بنیادیں ہل سکتی ہیں۔

از: محمد صادق رضا مصباحی، رضا اکیڈمی، ممبئی

اشاریہ

ماہ نامہ اشرفیہ ۱۹۹۲ء

جلد: ۱۷/ جنوری تا دسمبر ۱۹۹۲ء

مولانا محمد قطب الدین رضا مصباحی

ادار یے

نمبر شمار	عنوانات	مضمون نگار	ماہ	صفحات
۱	سولہواں عرس عزیزی کی تفصیلات	مولانا مبارک حسین مصباحی	جنوری	۳-۸
۲	آہ حضرت مولانا کاظم علی عزیزی	مولانا مبارک حسین مصباحی	فروری	۳-۸
۳	ذمہ داران مدارس کے لیے لمحۂ فکریہ	علامہ محمد احمد مصباحی	مارچ	۳-۷
۴	یادرفتگاں	مولانا مبارک حسین مصباحی	اپریل-مئی	۳-۵
۵	اسرائیل اور ہندستانی حکومت	مولانا ادریس بستوی مصباحی	جون	۳-۸
۶	مدینہ جانے کا عزمِ سفر مبارک ہو	مولانا مبارک حسین مصباحی	جولائی	۳-۸
۷	قرآن کے خلاف خدابخش لائبریری کی بکواس کا جائزہ	مولانا مبارک حسین مصباحی	اگست	۳-۴
۸	ہندستانی مسلمان	مولانا ادریس بستوی مصباحی	ستمبر	۳-۵
۹	امت مسلمہ کی زبوں حالی پر ایک نظر	مولانا مبارک حسین مصباحی	اکتوبر	۳-۴
۱۰	عزیزیات، ایک جائزہ	مولانا مبارک حسین مصباحی	نومبر-دسمبر	۳-۸

فقہیات

نمبر شمار	عنوانات	مضمون نگار	ماہ	صفحات
۱	افتا اور قضا کے درمیان کیا فرق ہے؟/ مرغ کی پوٹلی کا حکم	مفتی محمد شریف الحق امجدی	جنوری	۹-۱۰
۲	کیا مولانا سردار احمد محدث تھے	مفتی محمد شریف الحق امجدی	فروری	۹-۱۱
۳	قرض کے چند مسائل	مفتی محمد نظام الدین رضوی	مارچ	۸-۱۰
۴	حکومت کی خفیہ پولیس محکمہ میں ملازمت کرنے کا حکم/ غیر مسلم سے جھاڑ پھونک کرانا کیسا ہے؟/ زکوٰۃ و فطرہ کی رقم بغیر حیلۂ شرعی کے استعمال کرنا کیسا ہے؟/ نکاح کے عوض لڑکی والوں سے پیسہ مانگنا رشوت ہے/ مسجد کی دیواروں پر خلفاے راشدین کا نام یا دوسری عبارات لکھنا کیسا ہے؟/ قربانی کے مسائل	مفتی محمد شریف الحق امجدی	اپریل-مئی	۶-۱۱
۵	صیغۂ تصغیر کے تعلق سے چند سوالات	مفتی محمد شریف الحق امجدی	جون	۵-۸
۶	کیا طلاق مغلظہ کے بعد عورت خاوند سے پردہ کرے گی؟/ جمعہ کے خطبہ میں عربی کے ساتھ اردو نثر یا نظم ملانا کیسا ہے؟/ چیچک سے شفا کے لیے درخت کے آگے ہاتھ جوڑنا کیسا ہے؟/ ایک غلط روایت کی نشان دہی/ غصہ کی حالت میں طلاق کا حکم/ صدری کا بٹن کھول کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟/ بلا وجہ شرعی ترک جماعت کیسا ہے؟/ صرف ایک ہی جانب سلام پھیرنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟/ قضا روزے کا فدیہ/ قمار بازی اور بت پرستی کا سامان فروخت کرنا اور اس سے نفع حاصل کرنا کیسا ہے؟/ جبراً نشان انگوٹھا لے کر طلاق لکھ لینے سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟/ خود کشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے یا نہیں؟	مفتی محمد شریف الحق امجدی	جولائی	۹-۱۱

استاذ دار العلوم فیضان اشرف، باسنی ناگور

نمبر شمار	عنوانات	مضمون نگار	ماہ	صفحات
۷	کافر کے گھر قرآن شریف پڑھنا اور ان کے اوپر پڑھ کر دم کرنا کیسا ہے؟/ علماے کرام کی توہین کفر ہے/ اذان خطبہ کہاں ہو؟	مفتی محمد شریف الحق امجدی	اگست	۵-۸
۸	بازار میں فروخت ہونے والا طغریٰ اور عمامہ کی تصویریں کیا حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامے کی ہیں؟/ جہیز طلب کرنے اور طلاق کی صورت میں جہیز کی واپسی کا مسئلہ	مفتی محمد شریف الحق امجدی	ستمبر	۶-۸
۹	مسجد سے متعلق سوالات	مفتی محمد شریف الحق امجدی	اکتوبر	۵-۶

تحقیقات

نمبر شمار	عنوانات	مضمون نگار	ماہ	صفحات
۱	اہل سنت و جماعت کون؟	مولانا غلام رسول سعیدی	جنوری	۱۱-۱۹
۲	القول الجلی کی بازیافت (قسط-۲)	حکیم محمود اختر برکاتی	جنوری	۲۰-۲۸
۳	اصولِ ترجمۂ قرآن کریم	علامہ عبدالحکیم شرف قادری	مارچ	۱۱-۲۱
۴	قرآن پاک، آیات، سورتیں اور مضامین	ڈاکٹر محمد انوار اللہ	جون	۱۴-۱۵
۵	مسئلۂ حیاۃ النبی (قسط-۱)	علامہ ارشد القادری مصباحی	اگست	۹-۱۴
۶	ایڈز کی بیماری اور اس کے اسباب (قسط-۱)	مولانا محفوظ علی مصباحی	اگست	۲۹-۳۲
۷	میلاد النبی کے جلوس کی شرعی حیثیت	مفتی محمد نظام الدین رضوی	ستمبر	۱۳-۱۴
۸	مسئلۂ حیاۃ النبی (قسط-۲)	علامہ ارشد القادری مصباحی	ستمبر	۲۲-۲۶
۹	ایڈز کی بیماری اور اس کے اسباب (قسط-۲)	مولانا محفوظ علی مصباحی	ستمبر	۳۰-۳۳
۱۰	کنز الایمان پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ	مولانا مبارک حسین مصباحی	اکتوبر	۲۳-۲۹

اسلامیات

نمبر شمار	عنوانات	مضمون نگار	ماہ	صفحات
۱	رحمت و غفران والی رات (شب برات)	علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی	فروری	۳۲-۳۳
۲	اسلام اور فلسفۂ زکوٰۃ	مولانا غلام مصطفیٰ کوثر امجدی	مارچ	۲۲-۲۴
۳	سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی	مولانا حضور احمد منظری	اپریل-مئی	۱۲-۱۴
۴	فضائل آیۃ الکرسی	منیر احمد یوسفی	اپریل-مئی	۱۵-۱۹
۵	شریف مردوں اور عورتوں کے اوصاف	مولانا محمد شفیع اوکاڑوی	اپریل-مئی	۵۲-۵۶
۶	اسلام میں صحت و صفائی	سید محمود احمد رضوی	اپریل-مئی	۶۲-۶۳
۷	یوم عاشورہ	مولانا اظہار احمد مصباحی	جون	۲۱-۲۴
۸	ہمیں صبر حسین سمجھنے کی ضرورت ہے	حافظ مطلوب احمد چشتی	جون	۲۸-۲۹
۹	قرض کی سنتیں اور آداب	محمد بشیر قادری عطاری	جون	۳۳-۳۷
۱۰	قرآن اور تقویٰ	مولانا بدر القادری	جولائی	۱۲-۱۸
۱۱	جشن آمدِ رسول	اقبال احمد اختر القادری	ستمبر	۱۵-۲۰
۱۲	کیا آپ کو معلوم ہے؟ (سوال و جواب)	نور احمد انصاری	ستمبر	۳۹
۱۳	کیا آپ کو معلوم ہے؟ (سوال و جواب)	نور احمد انصاری	اکتوبر	۳۶

نظریات

نمبر شمار	عنوانات	مضمون نگار	ماہ	صفحات
۱	بنارس کے حالیہ فساد پر پارلیمنٹ میں مولانا عبید اللہ اعظمی کا خطاب	ادارہ	جنوری	۳۷-۴۰
۲	اعزاز رضوی بریلوی نہیں دیوبندی ہے	مولانا مبارک حسین مصباحی	جنوری	۴۱-۴۲

......《شخصیات》......

......《عزیزیات》......

......《تاریخیات》......

ادبیات

نقد و نظر

منظومات

مکتوبات

سرگرمیاں (روداد چمن)

وفیات

نقد و نظر

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہے

نام کتاب	**:موت کا منظر**
مصنف	:علامہ عبدالرزاق چشتی بھترالوی
صفحات	:399　قیمت　:120/روپے
ناشر	:المجمع المصباحی، مبارک پور، اعظم گڑھ
مبصر	:محمد طفیل احمد بانکوی

موت ایک ایسا لفظ ہے جسے سنتے ہی انسانی وجود کپکپا اٹھتا ہے۔ فرمانِ الٰہی "کل نفسٍ ذائقة الموت." بنی آدم کے ذہن و فکر کو جھنجھوڑتے ہوئے اس امر کا شدید احساس دلاتا ہے کہ موت ایک اٹل قانون اور زندہ و جاوید حقیقت ہے۔

ابتدائے آفرینش ہی سے موت کا معاملہ قطعی اور حتمی رہا ہے۔ بلکہ دلچسپ بات تو یہ ہے کہ موجودہ اختلافی دنیا میں جہاں ہر طرف اختلاف اور عدم اعتماد کا مرض پھیلا ہوا ہے، مگر موت ہی ایک ایسی شے ہے جس کے وقوع پر بلا اختلاف مذہب و ملت سبھی کا اتفاق ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس روئے زمین پر تصور آخرت سے بیگانہ دین بیزار ملحدوں کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو بعد مردن حساب و کتاب اور ثواب و عقاب کی سچائیوں کو تسلیم نہیں کرتا، مگر دینِ اسلام جسے اقوام و مذاہب کے مابین کلاسک کا درجہ حاصل ہے، اس کے دستور میں موت و برزخ، حشر و نشر اور عمل کے مطابق ثواب و عقاب کی مفصل دفعات موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بندۂ مومن دنیاوی آسائشوں میں لاکھ مگن رہتا ہے مگر اس وقت چونک پڑتا ہے جب انھیں موت کی یاد آتی ہے۔ خدائے قہار کی بارگاہ میں اپنے نیک و بد اعمال کی جواب دہی کے تصور سے ان کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ تو ضرورت اس بات کی تھی کہ موت کی تلخی، حالت نزع کی دردناکی، قبر کی ہولناکی اور روزِ قیامت اللہ رب العزت کے حضور حساب و کتاب اور اس کے نتیجے میں مرتب ہونے والے ثواب و عقاب کے تعلق سے مسلمانوں کو آگاہ کیا جائے تاکہ وہ اس فانی دنیا سے دل لگانے کے بجائے اللہ و رسول کو اپنا ساتھی اور سفرِ آخرت طے کرنے کے لیے اعمالِ صالحہ کو اپنا زادِ راہ بنائے۔

قابلِ مبارک باد ہیں حضرت علامہ عبدالرزاق صاحب قبلہ بھترالوی جنھوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور اپنے مخصوص عالمانہ و محققانہ لب و لہجے میں ایک ایسی کتاب قوم مسلم کے حوالے فرمائی جن کی انھیں سخت ضرورت تھی۔

زیر تبصرہ کتاب "موت کا منظر مع احوال حشر و نشر" دراصل مسلمانوں کے اندر اعمالِ صالحہ کی روح پھونک کر انھیں آخرت سے قریب کرنے کی ایک دعوتی جد و جہد اور مخلصانہ کوشش ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مصنف کی اس علمی و فکری کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے، آمین۔

399 رصفحات کی یہ ضخیم کتاب نو ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب کے تحت متعدد ذیلی عناوین ہیں۔ موضوع سے متعلق ہر مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ کثرت مواد کے پیشِ نظر قارئین کو کسی طرح کی تشنگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔ متعدد مقامات پر باطل نظریات کا قاعدے سے قلمی آپریشن بھی کیا گیا ہے اور اہل سنت و جماعت کے عقائد حقہ کو دلائل و براہین سے آشکارا کیا گیا ہے۔ اسلوب اتنا انوکھا کہ بس دیکھا کیجیے اور پڑھا کیجیے!

باب اول میں موت کی حقیقت مع اقسام، مقصد حیات، ملائکہ کی قسمیں، موت و حیات کے مختلف معانی، موت کو یاد کرنے کے فوائد، پختہ قبر کا شرعی حکم، غائبانہ نمازِ جنازہ کا عدم جواز اور مرنے کے بعد تجہیز و تکفین میں تعجیل وغیرہ کا مفصل بیان ہے۔

"یادِ موت" اور اس کی کثرت یقیناً یہ ایک ایسی روحانی بجلی ہے جو خرمنِ عصیاں کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ، "جس طرح پانی لگنے سے لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے اسی طرح دل بھی (کثرت گناہ سے) زنگ آلود ہو جاتا ہے۔" تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! اس کا علاج کیا ہے؟" تو آپ نے جواب دیا: "كثرة ذكر الموت و تلاوة القرآن."

چناں چہ مصنف موت کی یاد کے فوائد بیان کرتے ہوئے

رقم طراز ہیں: ''موت کی یاد باعث تسلی ہے، موت کی یاد سے غم، پریشانیاں، دنیاوی تفکرات زائل ہوتے ہیں۔ جب انسان کو یہ معلوم ہو جائے کہ موت ایک دن ضرور آنی ہے تو اس کو کوئی غم و پریشانی نہیں رہتی کیوں کہ موت کے ڈر سے ہی انسان خوف وفکر میں مبتلا ہوتا ہے۔'' (موت کا منظر،ص:15)

یوں ہی قرآن وحدیث کی روشنی میں موت وحیات کے آٹھ معانی شمار کر کے موصوف نے اپنی علمی بصیرت کا بھرپور ثبوت دیا ہے۔

باب دوم! منکر نکیر، عذاب قبر والے گناہ، مومنوں پر انعاماتِ الٰہی۔ جب کہ باب سوم وچہارم بالترتیب احوال برزخ و احوال قیامت پر مشتمل ہے۔ تیسرے باب میں سماع موتی اور خاص طور سے اولیاے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے قبورِ پاک سے حاجت براری اور حصولِ برکت کے فی زمانناً مختلف اور متنازع فیہ مسئلہ کو دلائل وشواہد کی روشنی میں منقح کیا گیا ہے۔ جس سے مخالفین میں انکار وتاویل کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

فصل دہم! توبہ کے بیان میں ص:242 پر آیت کریمہ: "انه هو الغفور الرحيم." سے متعلق موصوف لکھتے ہیں کہ:

''لفظ "انه" کے بعد "هو" کا ذکر کیا۔ عربی گرامر کے مطابق اس میں حصر کا فائدہ حاصل ہو رہا ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ غفور اور رحیم صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس کے سوا کوئی غفور ورحیم نہیں۔ لہٰذا اپنے گناہوں کی معافی اسی سے مانگو، وہی تمہیں معاف فرمائے گا۔''

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس میں کس قسم کے حصر کا فائدہ حاصل ہو رہا ہے؟ حصر حقیقی کا یا پھر حصر اضافی کا؟ اگر اس کی وضاحت کر دی جاتی تو بہتر ہوتا تا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفتِ مبارکہ: "حريص عليكم بالمؤمنين رؤف رحيم." سے اشکال وارد نہ ہوتا۔

باب پنجم میں نفخ صور، قیامت کے ہوش رُبا مناظر، پل صراط، حوض کوثر اور شفاعت ومیزان پر خاطر خواہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ چھٹے باب میں جنت کی حقیقت وماہیت، اہالیانِ جنت کے فضائل اور جنت کی سب سے بڑی اور اہم نعمت ''دیدارِ باری تعالیٰ'' پر عالمانہ گفتگو کی گئی ہے۔ اور منکرین رویت باری مثلاً معتزلہ اور خوارج وغیرہ کی پرزور تردید کی گئی ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ہر دعویٰ کو متعدد دلائل سے مزین کیا گیا ہے تا کہ کسی مخالف میں مجالِ انکار باقی نہ رہے۔

باب ہفتم جو کہ احوال جہنم سے متعلق ہے اس میں جہنم کے طبقات، دوزخ کے دردناک عذاب اور جہنم کی غذاؤں کا بیان ہے، جس میں مسلمانوں کو اعمالِ صالحہ کی ترغیب، برے اعمال سے بچنے کی تاکید اور مندرجہ ذیل نصیحت آمیز کلمات سے کتاب کا اختتام کیا گیا ہے۔

''ہر انسان کو چاہیے کہ دنیا میں نیک اعمال کرے، برائیوں سے اجتناب کرے، عظمت انبیاے کرام علیہم السلام اور بالخصوص مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانے، آپ کی محبت کو سینے میں جاگزیں کرے اور اولیاے کرام کی شان کو سمجھے، دینِ حق، مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہے۔ موت کو یاد رکھے، جنت اور دوزخ کو مد نظر رکھے۔ رب تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا کا طالب رہے، بس یہی کامیابی کا راستہ ہے۔'' (ص398)

امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ کی طرح مصنف کے دس نکاتی فارمولے پر عمل کیا جائے تو مسلمانوں کی مذہبی خستہ حالی میں بڑی حد تک تبدیلی رونما ہو سکتی ہے اور ہم نام کے بجاے کام کے مسلمان بن سکتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں اوامر کے بجا لانے اور منہیات سے باز رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

کتاب مجموعی حیثیت سے لائقِ استفادہ اور قابلِ مطالعہ ہے۔ آج جب کہ معاشرے سے شرافت واخلاق کی انسانی قدریں دن بدن رخصت ہو رہی ہیں اور مسلمانوں کی ایک بھاری تعداد خوف آخرت سے بے نیاز ہو کر مادیت کے سیلاب میں بہہ رہی ہے ایسے ہوش رُبا ماحول میں اللہ ورسول سے قریب کرنے اور تصورِ آخرت سے مسلمانوں میں جذبۂ عمل پیدا کرنے والی اس طرح کی کتاب کا ہر گھر میں ہونا نہایت ضروری ہے۔

☆☆☆☆☆

خیابان حرم

منظومات

حمد باری تعالیٰ

روز ہی روزی انھیں صبح و مسا دیتا ہے کون؟
پتھروں میں رہنے والوں کو غذا دیتا ہے کون؟

جس پہ رہتے، چلتے پھرتے ہیں یہ کس کی ہے زمیں؟
آب و دانہ کون دیتا ہے، ہوا دیتا ہے کون؟

کون ہے، دیوانوں کو دیتا ہے جو ہوش و خرد؟
صاحبِ دانش کو دیوانہ بنا دیتا ہے کون؟

کیسے کر لیتی ہے تو روزانہ دنیا کا سفر؟
تجھ کو اتنا حوصلہ بادِ صبا دیتا ہے کون؟

کس کی ناراضی سے ہو جاتی ہے غارت زندگی؟
صرف اک لمحے میں سارے غم بھلا دیتا ہے کون؟

جان داروں کے لیے کھانے میں قوت کس نے دی؟
لطف پانی میں، ہواؤں میں مزہ دیتا ہے کون؟

عمر بھر بچتے رہے قانون کی زد سے جو لوگ
غیب سے اُن مجرموں کو بھی سزا دیتا ہے کون؟

مادّیت کے ہر اک دلدادہ سے ہے یہ سوال
وہ نہیں دیتا ہے تو پھر دوسرا دیتا ہے کون؟

کون صابرؔ وہ جو ہے حاکمِ موت و حیات؟
زندگی دیتا ہے پہلے، پھر قضا دیتا ہے کون؟

ڈاکٹر صابر سنبھلی

نعت رسول ﷺ

نورِ احمد کا تعلق ہے خدا کے نام سے
جگمگاتا ہے دوعالم مصطفیٰ کے نام سے

آگ چھو سکتی نہیں دوزخ کی اُس انسان کو
جس کو الفت ہے حبیبِ کبریا کے نام سے

جس جگہ قرآن کی پہلی وحی نازل ہوئی
ارضِ طیب پر ہے وہ غارِ حرا کے نام سے

سرورِ کونین کی سادہ مزاجی دیکھیے
گھر میں ہے ٹوٹی چٹائی بسترا کے نام سے

مصطفیٰ کی پیروی میں دیکھیے اصحاب کے
پیٹ پر پتھر بندھے ہیں اشتہا کے نام سے

کعبۃ اللہ سے بتوں کا خاتمہ جب ہو گیا
نورِ ابراہیم چمکا مصطفیٰ کے نام سے

جنگ خندق میں علی کی جاہ و حشمت دیکھ کر
آج تک لرزاں ہے باطل مرتضیٰ کے نام سے

وہ ابو بکر و عمر ہوں یا کہ عثمان و علی
چار یارِ مصطفیٰ ہیں با صفا کے نام سے

میں مدینے میں رہوں جب روح تن سے ہو جدا
ہاتھ پھیلائے ہے طالبؔ التجا کے نام سے

طالب رحمانی ٹانڈوی

سلام

نبی کے لاڈلے کے ساتھ کیا جلاد کرتے ہیں — غضب، جور وستم، بیداد، استبداد کرتے ہیں
اسیرانِ بلا کی ترجماں ہیں حضرتِ زینب — امامت بے کسوں کی سید سجاد کرتے ہیں
سنا یہ ہے کہ شیعانِ علی کے شہر کوفہ میں — ہیں ایسے بھی جو پچھلوں کے کیے کو یاد کرتے ہیں
بلاتے ہیں نبی کے لال کو لکھ لکھ کے خط کوفی — پھر اس کے بعد ظالم بے وفا بے داد کرتے ہیں
اسیرِ غم کیا ہے ظالموں نے خانداں اُن کا — غم واندوہ سے غیروں کو جو آزاد کرتے ہیں
نہیں آیا مدد کو کوئی مظلوموں کی کوفے میں — سنا بہتوں نے مسلم کے پسر فریاد کرتے ہیں
نہیں کی حضرتِ سجاد نے جب تعزیہ داری — تو کیا ہم پیروی سیدِ سجاد کرتے ہیں
نہیں ماتم کیا اکبر کے لاشے پر بھی مولا نے
ہم اُن کا صبر واستقلال صابرؔ یاد کرتے ہیں

ڈاکٹر صابر سنبھلی

اشک باریاں

اب انھیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

احباب کے درمیان ان کا قد اونچا تھا

ماہ محرم 1430ھ کی تیرہویں شب تھی، میں اور مولانا محمد قاسم مصباحی ادروی ہونے والے فقہی سمینار کے موضوعات پر تبادلۂ خیال کر رہے تھے اور وقت گیارہ سے تجاوز کر رہا تھا کہ اچانک مولانا نفیس احمد مصباحی (استاذ جامعہ اشرفیہ) کے فون نے چونکا دیا کہ ابھی ابھی مولانا حسیب اختر مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ نے خبر دی ہے کہ مولانا شکیل احمد مصباحی نائب مدیر ماہ نامہ اشرفیہ کا آنا فانا انتقال ہو گیا۔ انا للہ و انا الی راجعون۔ اس روح فرسا خبر نے پورے وجود کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ یا اللہ! ابھی کل ہی کی بات تو ہے کہ ماہ نامہ اشرفیہ کے دفتر میں دیر تک ان سے مجالست رہی، مختلف موضوعات پر چٹخارے لے کر گفتگو ہوتی رہی۔ اس مجلس میں مولانا شکیل احمد مصباحی کے علاوہ مولانا عبد الغفار اعظمی استاذ مدرسہ ضیاء العلوم خیر آباد، حافظ معین الدین مبارک پوری، ناچیز اختر حسین فیضی اور دیگر احباب موجود تھے۔ چائے نوشی پر مجلس کا اختتام ہوا۔ کیا معلوم تھا کہ مولانا بس ایک دن کے اور مہمان ہیں۔

وہ تو اس دارِ فانی سے چلے گئے لیکن ہمارے درمیان اپنے خصائل حمیدہ اور مکارم جمیلہ کی چھاپ ضرور چھوڑ گئے۔ خوش اخلاقی، شیریں مقالی، ہمدردی اور غم گساری ان کی فطرت میں داخل تھی۔ کسی کی پریشانی دیکھ کر خود پریشان ہو جاتے اور حتی الوسع پریشانیوں سے نجات کی سبیل پیدا کرتے۔ حافظ معین الدین مبارک پوری نے آپ کے حسن خلق اور ہمدردی کے تعلق سے یہ بات بتائی کہ ایک مرتبہ ماسٹر محمد حسیب احمد صاحب استاذ (پرائمری) مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم کی لڑکی گردے کے عارضے میں گرفتار ہو گئی اور علاج کے لیے کچھ زیادہ ہی رقم کی ضرورت تھی۔ مولانا کو پتہ چلا تو آپ نے ماسٹر صاحب کو فوراً ایک ہزار روپے دیے اور کہا کہ ماسٹر صاحب! اس وقت میرے پاس اتنے ہی روپے ہیں، آپ علاج کیجیے اور مجھے بتائیے۔ ایسا نہ ہو کہ پیسے کی وجہ سے صحیح علاج نہ ہو سکے اور بچے کی جان چلی جائے۔ اگر ضرورت پڑی تو ان شاء اللہ میں لاکھ دو لاکھ کا انتظام کر سکتا ہوں۔ اس طرح کی وسعت ظرفی اور ہمدردی نے احباب کے درمیان ان کا قد اور اونچا کر دیا تھا۔

ماہ نامہ اشرفیہ سے منسلک ہونے سے پہلے آپ دار العلوم غوثیہ حضوریہ سریاں بوڑھن پور اعظم گڑھ سے نکلنے والے سہ ماہی "جام حضوری" کے مدیر رہے اور جب تک رہے بڑی پابندی سے رسالہ نکالا۔ اسی دوران دو ایک مرتبہ جامعہ اشرفیہ آئے تو میرے پاس بھی آئے۔ سلام وتحیت کے بعد انھوں نے اپنا تعارف کرایا اور "سہ ماہی جام حضوری" عنایت فرمایا اور خانقاہ سریاں میں آرام فرما شیخ کامل حضرت سید محمد تقی علیہ الرحمہ پر ایک مضمون لکھنے کو کہا۔ ایک تو خانقاہ سریاں سے میرے پرانے تعلقات تھے، دوسرے مولانا کی خوش کلامی اور اس نئی عمر میں قرطاس وقلم سے ان کے لگاؤ نے بہت متاثر کیا۔ میں نے مضمون لکھا اور انھوں نے بڑے چاؤ سے اسے چھاپا۔ اس طرح ان سے یہ میری پہلی ملاقات تھی۔ اس کے بعد بارہا ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ پھر آپ جلد ہی ماہ نامہ اشرفیہ کے نائب مدیر کی حیثیت سے مبارک پور آ گئے۔ یہاں آ کر آپ نے بڑی ذمہ داری کے ساتھ خدمات انجام دیں اور ماہ نامہ اشرفیہ کو خوب سے خوب تر بنانے میں ہمہ تن مصروف رہے۔ اس حقیقت کا اعتراف ماہ نامہ کے مدیر اعلیٰ مولانا مبارک حسین مصباحی نے ان الفاظ میں کیا کہ مولانا مضامین کی فراہمی میں برابر مضمون نگاروں سے رابطہ استوار رکھتے اور اس میں انھیں کامیابی بھی ملتی۔ اس طرح ماہ نامہ اشرفیہ ان کی کوششوں سے وقت پر اشاعت پذیر ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ جاتا۔ وہ ماہ نامہ اشرفیہ اور خود جامعہ اشرفیہ کے تعلق سے مخلص تھے اور ان کے کام سے اخلاص کی برکتیں نمایاں تھیں۔

اللہ تعالیٰ انھیں اپنی رحمت وغفران سے حصہ عنایت فرمائے اور ان کی قبر کو جنت کا نمونہ بنائے۔

اختر حسین فیضی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

نائب مدیر مولانا شکیل احمد مصباحی کی کچھ یادیں

13 محرم الحرام 1430ھ / 11 رجنوری 2009ء کی صبح جامعہ اشرفیہ سنٹرل بلڈنگ دفتر تعلیمات میں جوں ہی پہنچا، سب سے پہلے نبیرۂ حافظ

ملت (علیہ الرحمہ) مولانا نعیم الدین عزیزی مصباحی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ بعد سلام کہنے لگے: "مولانا شکیل احمد مصباحی صاحب کا رات ہارٹ اٹیک ہو گیا۔" میری زبان سے بے ساختہ نکل پڑا: "ارے! انا للہ و انا الیہ راجعون۔" بدحواسی میں پوچھ پڑا: "کیا ہو گیا تھا؟" کہنے لگے: "آنکھ میں کچھ تکلیف تھی، سرکاری ہوسپٹل سے علاج کیا، صحیح ہو گئے تھے، کل رات شکم میں بائیں جانب کچھ تکلیف تھی، ڈاکٹر کو دکھایا۔ اس نے ECG کرانے کو کہا۔ یہ ایک دو روز میں کرانے کے لیے کہہ کر چلے آئے۔ عشا بعد سینہ پر تیز درد ہونے لگا۔ طلبہ اور حافظ معین الدین صاحب انھیں ڈاکٹر کے وہاں لے جانے کی تدبیر کرنے لگے۔ لے کر چلے۔ ابھی تھوڑی دور راستہ طے کیا تھا کہ مولانا شکیل احمد صاحب کی زندگی کا وہ آخری روز ثابت ہوا اور اسی وقت ساڑھے دس بجے ہارٹ اٹیک کے ذریعہ جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ جس نے بھی سنا اسے تھوڑی دیر تک یقین نہ آتا تھا کہ چلتے پھرتے کنوارے، جوان نائب مدیر آنا فانا اس دار فانی کو خیر باد کہہ گئے۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ رات ساڑھے بارہ بجے ان کی لاش ان کے آبائی وطن فتح پور بھیج دی گئی۔" میرے استفسار پر فرمایا کہ لاش کے ساتھ مولانا محمد ہارون فتح پوری مدرس جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور حافظ معین الدین مبارک پوری جو شام کو اکثر ان کے ساتھ رہا کرتے تھے اور فتح پور کے چند طلبہ بھی ٹاٹا سومو میں گئے تھے۔ کہرے کی سخت رات طے کرتے ہوئے جانا بھی خود ایک آزمائش ہے۔ بہر حال مولانا شکل احمد مصباحی مرحوم ایک اطاعت شعار، موقع شناس، مرد کارزار، نہایت شریف وسنجیدہ، ملنسار فرزند اشرفیہ تھے۔ ماہ نامہ کے نائب مدیر انتہائی جاں فشانی وکوشش سے شب وروز ماہ نامہ کی ترویج واشاعت اور تہذیب وتحسین کے لیے رواں دواں تھے۔ اپنی جد وجہد سے ماہ نامہ کے کئی مستقل عنوان پر ارباب قلم سے وقت پر مضمون لکھوا کر بار بار کی یاد دہانی اور تقاضے سے وصول کرتے اور وقت پر شاملِ اشاعت کرتے۔ فی نفسہ یہ خود ایک مستقل کام ہے۔ اپنی جماعتِ اہل سنت کے افراد سے یہ اہم کام لے لینا خود ایک بڑا کام ہے۔ مولانا شکیل احمد صاحب مرحوم تلامذۂ اشرفیہ سے تھے۔ ہم لوگوں سے اکثر وبیش تر ملتے تھے اور کام بھی لیتے تھے۔ گھوسی کے اصحابِ قلم سے متعلق نگارشات کے سلسلے میں مجھ سے بار بار ملتے اور فون پر بات کرنے کا موقع بھی پیش آتا۔ گاہے گاہے میں بعد مغرب دفتر ماہ نامہ اشرفیہ بمقام مدرسہ اشرفیہ بلڈنگ واقع وسط مبارک پور چلا جاتا، دفتر میں بیٹھ کر کچھ رسالوں کی دنیا کی سرگرمیاں معلوم ہوتیں اور مولانا بغیر چائے پلائے آنے نہ دیتے۔ آخری بار کی ملاقات میں میں کچھ رسالے دیکھ رہا تھا اور مولانا فتاویٰ شامی کی کوئی جلد دیکھ رہے تھے۔ مجھ سے کہنے لگے: "حضرت! اس میں فتاویٰ شامی کون ہے؟" انھیں کسی نے مغالطہ میں ڈال دیا تھا۔ میں نے بتایا کہ اس کا متن تنویر الابصار اور شرح در مختار ہے اور رد المحتار کے نام سے اس کا حاشیہ ہے، جو فتاویٰ شامی کے نام سے مشہور ہے۔ مولانا مرحوم حسن اخلاق، خندہ روئی اور شگفتہ مزاجی میں اپنے لوگوں میں منفرد تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مرقد پر گہر باری کرے۔ آمین۔

محمد اختر کمال قادری مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

الجامعة الاسلامیہ اشرفیہ سکٹھی میں تعزیتی جلسہ

11 رجنوری 2009ء کو ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کے نائب مدیر مولانا شکیل احمد مصباحی کے اچانک انتقال کی خبر ملتے ہی الجامعۃ الاسلامیہ اشرفیہ سکٹھی کا پورا ماحول سوگوار ہو گیا۔ قرآن خوانی اور تعزیتی نشست منعقد کی گئی۔ اس موقع پر جامعہ کے پرنسپل حضرت مولانا طفیل احمد مصباحی صاحب نے ان کی رحلت پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ماہ نامہ اشرفیہ اپنے ایک فعال اور تیز طرار فرد سے محروم ہو گیا۔ بعدہ ان کی روح کو ایصالِ ثواب کیا گیا۔ تعزیتی اجلاس میں اساتذہ اور طلبہ نے خصوصیت کے ساتھ شرکت کی۔

دار العلوم گلشن فاطمہ بلاری میں تعزیتی اجلاس

حضرت مولانا شکیل احمد مصباحی نائب مدیر ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کے انتقال کی خبر اچانک دینک اخبار میں پڑھ کر جھٹکا لگا اور زبان سے بے ساختہ پڑھا: انا اللہ و انا الیہ راجعون. ایک جید عالم دین کی موت کی خبر ہمارے لیے یقیناً قابل افسوس ہے، لیکن رضائے مولا ہی ہمارے لیے سب سے بہتر عافیت کی راہ ہے۔ بہر حال! فوری طور پر علما اور ائمہ حضرات کو اطلاع دے کر گلشنِ فاطمہ میں

قرآن خوانی کا اہتمام کیا۔ اس کے بعد جلسہ تعزیت کی ابتدا قاری محمد قاسم رضا ثقلینی نے تلاوت کلام پاک سے کی۔ بعدہ قاری صاحب نے اپنے بہترین انداز میں نعت شریف پیش کی۔ مراد آباد سے موقع پر تشریف لائے مولانا عبد القیوم صاحب نے موت کو اپنا موضوعِ سخن بنا کر سامعین سے خطاب کیا۔ فاتحہ خوانی کے بعد شہر امام مولانا صداقت حسین صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں دعا کرتے ہوئے کہا کہ پروردگار مصباحی صاحب کی دینی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کی قبر پر رحمتوں کے پھول برسائے، پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ گلشنِ فاطمہ کا اسٹاف بھی ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

آخر میں دار العلوم گلشن فاطمہ بلاری کے بانی قاری محمد رئیس اشرفی نے حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے رخصت کیا۔ اس موقع پر حضرت مولانا اخلاق حسین، مولانا عظمت، مولانا محمد الیاس، قاری لئیق احمد، مولانا مظفر، مولانا مختار وغیرہ شریک اجلاس رہے۔

لئیق عطاری، دار العلوم گلشنِ فاطمہ، بلاری، مراد آباد

تعزیتی مکتوبات

از: ڈاکٹر سید شمیم گوہر مصباحی، الہ آباد

محبّ گرامی مولانا مبارک حسین مصباحی مدظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

روزنامہ راشٹریہ سہارا لکھنؤ، مورخہ 12 رجنوری 2009ء کے شمارے میں یہ دردناک خبر میں نے بھی پڑھی کہ ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کے مدیر معاون مولانا شکیل احمد مصباحی فتح پوری (علیہ الرحمہ) چند لمحوں کی علالت میں رحلت فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون. اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب علیہ الصلاۃ والتسلیم کے صدقے میں ان کی مغفرت فرمائے، تربت پر اپنے رحم وکرم کی بارش فرمائے اور مرحوم کی دینی خدمات کو قبول فرماتے ہوئے اجرِ عظیم مرحمت فرمائے۔ آمین۔

........نیا حجرہ، 183/127 چک، الہ آباد (یو.پی.)........

از: مولانا عبد الصمد مصباحی

گرامی قدر ومنزلت فخرِ صحافت حضرت مدیرِ اعلیٰ صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

11 رجنوری 2009ء کو بذریعہ فون اطلاع ملی کہ حضرت مولانا شکیل احمد مصباحی نائب مدیر ماہ نامہ اشرفیہ کا اچانک انتقال ہو گیا۔ پہلے تو یقین نہ ہوا۔ لیکن جب کئی لوگوں نے فون کیا تو یقین کرنا ہی پڑا۔ بہت افسوس ہوا۔ رہ رہ کے ان کی ایک ایک بات اور ملاقات یاد آنے لگی۔ مرحوم نہایت خلیق، ملنسار، متواضع، نیک، ایمان دار، محنتی اور بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔ ماہ نامہ اشرفیہ میں نائب مدیر کی حیثیت سے ان کی تقرری کے بعد برابر رابطہ رہا، کیوں کہ وہ میری تمام تر ذمہ داریاں مجھ سے بہتر طریقے سے انجام دے رہے تھے۔ مادرِ علمی سے محبت اور قلبی لگاؤ کی وجہ سے میں انھیں برابر فون کرتا، رسالہ کی کمپوزنگ، طباعت اور اشاعت سے متعلق گفتگو ہوتی، وہ اپنی پریشانیاں بیان کرتے، میں انھیں تسلی دیتا، مشورے دیتا اور ان کی حوصلہ افزائی کرتا۔ مرحوم ادارہ اشرفیہ کے لیے ایک مفید اور کارآمد آدمی تھے۔ نہایت محنت اور لگن سے اپنا کام انجام دے رہے تھے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ آپ کے دست وبازو بنے ہوئے تھے۔

12 رجنوری کی صبح قرآن خوانی کرائی گئی، جس میں مولانا صلاح الدین مصباحی، مولانا فہیم احمد مصباحی نے شرکت کی۔ مرحوم کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کی گئی...... اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، پس ماندگان کو صبر جمیل اور آپ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔ والسلام

........انجمن مدرسہ زینت الاسلام، قصبہ امرودھا، کانپور، دیہات (یو.پی.)........

صدائے بازگشت

یہ کالم ایک "صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے"۔ اس کے تحت علمی، فکری، تنقیدی اور تجزیاتی مراسلات کو ترجیح دی جائے گی

اعلیٰ حضرت کی تحقیق تو یہ ہے

مکرمی مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت العلام تاج محمد خاں ازہری مدفیضہ فرماتے ہیں کہ سادات کرام ہمارے لیے لائق صد احترام اسی وقت ہیں جب وہ صحیح النسب ہونے کے ساتھ ساتھ متقی و پرہیز گار ہوں۔ فتاویٰ رضویہ ج:12، ص:125 پر تو یہ ہے کہ سید اگر بد مذہب بھی ہو جائے اس کی تعظیم نہیں جاتی، جب تک بد مذہبی حد کفر تک نہ پہنچے۔ کسی کو سید سمجھنے اور اس کی تعظیم کرنے کے لیے ہمیں اپنے ذاتی علم سے سید جاننا ضروری نہیں۔ جو لوگ سید کہلائے جائیں گے ہم ان کی تعظیم کریں گے۔ ہمیں تحقیقات کی حاجت نہیں۔ ہاں جس کی نسبت ہمیں خوب تحقیق سے معلوم ہو کہ سید نہیں اور وہ سید بنے اس کی ہم تعظیم نہ کریں گے نہ اسے سید کہیں گے، اور مناسب ہوگا کہ ناواقفوں کو اس کے فریب سے مطلع کر دیا جائے۔ فتاویٰ رضویہ، ج:12، ص:23 پر ہے کہ سید کا فضل ذاتی ہے جو فسق بلکہ بد مذہبی سے بھی نہیں جاتا۔ جب تک معاذ اللہ حد کفر تک نہ پہنچے۔ سید صحیح النسب اس سے محفوظ رہے گا اور سید کی تعظیم بہ سبب جزئیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور جزئیت تا بقائے اسلام باقی ہے انتہی۔ فقط

محمد نور عالم اشرفی
ناظمِ اعلیٰ دار العلوم انوار مصطفیٰ، ماری پور، مظفر پور، بہار

رسالہ ظاہری و معنوی خوبیوں سے آراستہ ہے

مدیر محترم سلام مسنون

ماہ جنوری کا شمارہ اپنی پوری آن بان شان کے ساتھ باصرہ نواز ہوا۔ سرورق دیدہ زیب، عمدہ اور دل فریب ہے۔ ٹائٹل پر نظر پڑتے ہی آنکھوں کو جلا، دل کو قرار اور جگر کو ٹھنڈک حاصل ہوئی۔ ''یزید نوازوں سے دو باتیں'' کے عنوان پر اداریہ خوب ہے۔ یزید نوازوں اور موجودہ دور کے خارجیوں کی جانب سے کیے جانے والے تقریباً تمام اعتراضات کا بڑے عمدہ پیرایہ میں دلائل و براہین سے مزین جواب ہے، بلکہ مسکت جواب ہے۔ حق کے متلاشی کے لیے دو لفظ ہی کافی ہیں اور ہٹ دھرم ضدی کے لیے دفتر کے دفتر ناکافی۔ سوال وجواب کے تحت ''فتاوائے حافظ ملت'' اور مسائل ومباحث کالم کے تحت ''استمداد و استعانت'' پر مفتی نظام الدین صاحب قبلہ کی تحریر بہت پسند آئی۔ فکر امروز کے مستقل کالم کے تحت مولانا اسحاق مصباحی صاحب عرصہ سے بہت اچھا لکھ رہے ہیں۔ ان کی تحریر سے کلی نہیں تو جزوی طور پر سب لوگ متفق ہوتے ہیں۔ اپنی موجودہ تحریر ''مدارس اسلامیہ کے کارنامے اور جدید دعوتی تقاضے'' میں انھوں نے جو منصوبہ پیش کیا ہے اسے انھوں نے جہاں سطحِ ذہن سے صفحۂ قرطاس پر رقم کیا ہے، وہیں اس کو عملی طور پر بھی وہی کر کے دکھائیں گے (ان شاء اللہ تعالیٰ) تب کہیں جا کر مدارس سے جمود، خوف، دنیا پرستی اور تملق نیست ونابود ہو سکے گا۔

ہر سال سیکڑوں فارغ ہونے والے ازہریوں میں چند ہی نام ہیں جو وقفہ وقفہ سے اپنی موجودگی کا احساس دلاتے رہتے ہیں۔ ان ہی میں ایک نام مولانا تاج محمد خاں ازہری کا ہے جو اپنی ''باجواب تحقیق'' کی وجہ سے محتاجِ تعارف نہیں۔ زیر نظر شمارہ میں ان کا ایک قیمتی مضمون ''اسلام میں تغیر نسب: ایک جائزہ'' کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ موصوف کے قول کے مطابق انھوں نے یہ کام روایت شکن اور تاریخ ساز کیا ہے، کیوں کہ کامیاب ترین محرر، صاحب قلم اور صحیح معنوں میں رائٹر وہی شخص ہوتا ہے جس کی تحریر سماج ومعاشرے کے کرنٹ ایشوز اور سلگتے مسائل کی عکاسی کر رہی ہو۔ اور یہ تحریر چوں کہ کرنٹ ایشو پر ہے اس لیے ازہری صاحب اس کی زیادہ سے زیادہ نشر واشاعت چاہتے ہیں، جبھی تو ہمیں گزشتہ سال ماہ اکتوبر کے کنز الایمان میں اس کے مطالعہ کا موقع مل چکا ہے۔ علی گڑھ کی ادبی وثقافتی فضا کا ازہری صاحب پر کچھ زیادہ ہی اثر ہوا ہے جس کی وجہ سے مترادفات کا

بہت زیادہ زور ہے اور ساتھ ہی ادبیت سے بھر پور چند جملے بھی مضمون میں راہ پا گئے ہیں۔ مجموعی طور پر فکر اچھی ہے، مضمون عمدہ ہے۔ محرم الحرام کے مہینے میں رواج پا جانے والے بدعات و خرافات اور ان میں پڑنے والے لوگوں کے لیے مولانا عبد المبین نعمانی صاحب کی تحریر چشم کشا ہے۔ ''اقوام متحدہ اسرائیل کا سیاسی کھلونا'' مولانا طفیل صاحب کی اچھی کوشش ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ بزمِ دانش میں بھی اچھے موضوعات پر ارباب قلم کو لکھنے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ مطالعہ کا ذوق وشوق رکھنے والے حضرات کے لیے اور بھی بہت کچھ ہے۔ رسالہ ہر طرح کی ظاہری ومعنوی خوبیوں سے آراستہ ہے۔ اس پر مدیر محترم بجا طور پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ فقط رضاء المصطفیٰ مراد آبادی

مجھے کسی پر تنقید کرنے کا شوق نہیں

خطیب اسلام ادیب شہیر مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب قبلہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی ادارت کا ایک جہان قائل ہے، میں تو مکمل گرویدہ ہوں۔ نومبر اور دسمبر کا اداریہ بہت ہی شوق سے مطالعہ کیا۔ میری ناقص فہم کے مطابق لکھنے پڑھنے کا کام سب سے زیادہ مشکل ہے وہ بھی خاص کر انڈین فارغین کے لیے کہ وہ اپنے ساتھ لیپ ٹاپ میں لوڈ شدہ دنیا کی ایک بڑی لائبریری نہیں رکھتے ہیں۔ ان بے چاروں کا حافظہ ہی جتنا ساتھ دے۔ اور دوسری جگہ کے فارغین ماشاء اللہ بڑے ذکی ہوتے ہیں، اس کے باوجود بڑی بڑی کتابیں اپنی چھوٹی سی لائبریری میں لیے پھرتے ہیں۔ کہیں بھی موقع ملا ایک بحث من وعن نقل کی اور بھیج دیا کسی مشہور ومعروف رسالے کو۔ وہاں سے چھپنے کے بعد دوسری جگہ سے بھی بڑے بڑے القاب کے ساتھ چھپنے لگتے ہیں۔ اب کس کے پاس اتنا وقت ہے کہ دیکھے۔ ایک سرسری نظر ڈالی اور گزر گئے اور مضمون چپکے سے اپنی علمی دھاک بھی سر پر بٹھا دیتا ہے۔ حضرت مدیر محترم آپ سوچ رہے ہوں گے شاید میں نے شوکت تھانوی کی بہت سی چھوٹی چھوٹی کتاب نما تحریروں کا مطالعہ کیا ہے اور اسی سے متاثر ہو کر یہ سب بکے جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر صبر کیجیے! مجھے کسی پر تنقید کرنے کا شوق نہیں ہے، لیکن جب اتنے بڑے بڑے لوگ اتنی موٹی موٹی کتابوں سے من وعن لکھ ماریں تو کیا ہم جیسوں کو جگر پیٹنے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔

میں تو ابھی انتظار کر رہا تھا کہ شاید کوئی ازہری صاحب ایک ازہری کی جرات ہوش مندانہ پر جامہ بر باہر نکلیں، لیکن امید کی کشتی اب ہمالہ پہاڑ سے نیچے آگئی ہے اور یہ یقین ہو چلا ہے کہ شاید سیرت رسول کا گہرا مطالعہ رکھنے والے اپنے برادر علمی کو اپنی خاموشی سے یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ ارے بھائی! یہ ہندستان ہے، یہاں علم اور مذہب کے نام پر...... ہو کر دے سکتے ہو، وہی بہتر ہے۔

''معلم کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شادیوں کے پاکیزہ مقاصد'' کے عنوان سے مولانا تاج محمد خاں ازہری کے نام سے ایک مضمون چھپا ہے، جسے شاید بہت پسند بھی کیا گیا۔ چوں کہ حضرت کی ذاتی تحریریں سامنے سے گزرتی رہتی ہیں اس لیے تھوڑی بہت ''آشنائی'' بھی ہے۔ مذکورہ مضمون پڑھتے وقت لگا کہ پیر کرم شاہ ازہری رحمۃ اللہ علیہ کا قلم اچھلتا کودتا پاکستان سے علی گڑھ آ پہنچا ہے۔ لیکن جوں ہی ضیاء النبی کی زیارت سے شرف یاب ہوا، عقیدت کا تاج محل پل بھر میں زمیں بوس ہو گیا کہ حضور ازہری صاحب نے ایک علیہ الرحمہ ازہری پر جگہ جگہ ایک دو لفظ کا اضافہ کر کے بہت بڑا احسان کیا ہے، ورنہ تو شاید ان کے ذہن میں بھی نہ رہا ہوگا کہ یہ الفاظ ان موزوں جگہوں پر استعمال ہونے چاہئیں۔ شاید پاکستان کی عدالت ابھی کچھ نہ کرے۔ اگر پیر کرم شاہ علیہ الرحمہ اپنی کورٹ میں موجود ہوتے تو شاید ساری وکالت دھری کی دھری رہ جاتی۔ فقط **محمد رضی احمد ارریاوی**

نعمانی صاحب کا مضمون بیمار قوم کے لیے نسخۂ شفا ہے

ادیب شہیر وقارِ قلم مولانا مبارک حسین مصباحی مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جنوری 2009ء کا تازہ شمارہ موصول ہوا۔ آپ نے اداریہ میں شرعی دلائل اور اقوالِ اسلاف کی روشنی میں یزید پلید کا گھناونا غیر شرعی کردار وعمل اور اس کی مجرمانہ گھٹیا حرکتوں کو ایسا واضح کر دیا ہے کہ منصف مزاج قاری غیر شعوری طور پر یہ سوچنے پر ضرور مجبور ہوگا کہ ایسے بھیانک مجرم، بدمست شرابی انسان کو امیر المومنین کہلوانے پر وہابی قوم اپنی فکر وقلم کی ساری توانائی کیوں ضائع کر رہی ہے۔ جب کہ ایسا گیا گزرا شخص انسانی سوسائٹی میں بہت نفرت وذلت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس بے جا حمایت و طرف داری کا یہ جذبۂ بے کراں عداوت آل رسول میں پروان چڑھا ہو۔ ویسے جو قوم توہینِ رسالت میں رسوائے زمانہ ہو اس سے یہ بعید بھی کیا؟ مراسم ماہ محرم سے متعلق پیکر اخلاص حضرت علامہ عبد المبین صاحب نعمانی مدظلہ العالی کا اصلاحی معلوماتی مضمون بیمار قوم کے لیے نسخۂ شفا ہے۔ اگر اس کی افادیت کے پیشِ نظر کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے تو بہت مناسب رہے گا۔

معارف الحدیث کے عنوان سے پاسبان فروری 1954ء میں شائع شدہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا ایک نایاب مضمون ماہ نامہ اشرفیہ میں اشاعت کے لیے حاضر ہے۔ خدا کرے آپ مع احباب بخیر وعافیت ہوں۔ فقط **محمد عاقل رضوی مصباحی**

خادم الجامعۃ القادریہ، رچھا ریلوے اسٹیشن، بریلی

روایت شکن مضمون پر ایک نظر

مکرمی ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور سلام مسنون

جنوری کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ تمام مشمولات بہتر ہیں۔ مولانا تاج محمد خاں ازہری کا مضمون ''اسلام میں تغیر نسب: ایک جائزہ'' پڑھ کر بڑی مایوسی ہوئی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ موصوف نے اتنی غیر ذمہ دارانہ باتیں کیسے تحریر کر دیں۔ ویسے پورا مضمون قابلِ توجہ ہے۔ لیکن چند گوشوں کو سپردِ قرطاس کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

موصوف اپنے مضمون کے آغاز میں ایک کامیاب ترین محرر اور صاحب قلم کی شناخت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''کامیاب ترین محرر، صاحب قلم اور صحیح معنوں میں رائٹر (Writer) وہی شخص ہوتا ہے جس کی تحریر سماج اور معاشرے کے کرنٹ ایشوز (Current Issues) اور سلگتے مسائل کی عکاسی کر رہی ہو۔'' اس کے بعد فرماتے ہیں: ''روایتی انداز میں کام کوئی بھی انسان کر سکتا ہے لیکن لطف تو جب ہے کہ کام روایت شکن اور تاریخ ساز ہو۔'' اسی جدت طرازی اور روایت شکنی کی دھن میں آنجناب نے اس موضوع کا انتخاب کیا۔ موضوع پر بحث کرنے سے پہلے اہلِ علم و دانش، اصحابِ قلم، اور زیادہ تر علما و مشائخ ہی کو اس جرم عظیم کا مجرم قرار دیا۔ لہذا انھیں ان مقدس ہستیوں سے اصلاح کی کوئی توقع نہ رہی۔ اب رہے صحیح النسب سادات کرام۔ بھلا وہ موصوف کی جارحانہ تنقید سے کس طرح بچ سکتے تھے۔ آنجناب نے ایک ہی حرکت قلم میں سادات کرام کو ہوس پرستی، ذخیرہ اندوزی اور اس کے جملہ مرادفات کا مصداق قرار دے دیا۔ تو پھر ان کا ان جیسے مسائل میں پیش قدمی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس طرح بزعمِ خویش انھوں نے میدان مار لیا اور اس موضوع پر انھیں اولیت کا درجہ حاصل ہو گیا۔

اس پر عرض ہے کہ محترم! یہ حقیقت ہے کہ بعض حضرات جب دنیا کے بحران سے خود کو بچا نہیں پائے، لیکن سارے سادات کرام کے دامن پر مادہ پرستی، زر اندوزی کا قدغن لگانا کہاں کا انصاف ہے۔ نیز ایسے روایت شکن اور تاریخ ساز مضمون لکھنے کی بھلا کس میں ہمت ہے۔ یہ تو فقط آپ کا حصہ ہے۔ یہ بھی کہتا چلوں کہ آپ نے علما و مشائخ پر تغییر نسب کا گھنونا الزام لگایا ہے یہ تحقیق طلب ہے اور اکثریت کا قول حیرت انگیز ہے۔

سادات کرام کو زکوٰۃ وصدقات دینا ہرگز جائز نہیں، نہ انھیں لینا روا۔ اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث وارد ہوئیں، اور علت تحریم ان کی عزت وکرامت ہے۔ زکوٰۃ مال کا میل ہے اور غاسل ذنوب بھی تو یہ اس ماء مستعمل کے مثل ہو گیا جس سے گناہوں کی آلائش اور نجاست حکمیہ زائل کی گئی ہو۔ پس ان پاک نفوس اہل بیت اور ان کے آل واولاد کی شان اس سے ارفع واعلیٰ ہے کہ ایسی چیزوں کو استعمال کریں۔ حدیث پاک میں ہے: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ان الصدقة لا تنبغى لمحمد ولا لآل محمد انما هى اوساخ الناس (مسلم) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محمد اور آل محمد کے لیے صدقہ جائز نہیں ہے کہ یہ لوگوں کا میل ہے۔

مگر موصوف سادات کرام پر تحریم زکوٰۃ کی ایک نئی حکمت کا اضافہ کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں: ''حکیم کا کوئی بھی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا، وہ تو کہیے کہ علام الغیوب جل مجدہ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے صدقہ وزکاۃ کے جو آٹھ مصارف اور مستحقین قرآن میں ذکر فرمائے ہیں ان میں کہیں سادات کرام کا ذکر نہیں کیا ورنہ بقیہ سات مستحقین ایک ایک لقمہ کے لیے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑ دیتے مگر لوگ دخول جنت کی طمع میں بقیہ مستحقین کو محروم رکھ کر صرف اور صرف ایک ہی کو دیتے۔'' اس سے سادات کرام کے سلسلے میں موصوف کا حسن ظن ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

پھر ترقی کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی آل واولاد سے ہمیں محبت کرنے کا حکم دیا ہے ہم نے اس کا مفہوم حقیقی ترک کرکے ایک خود ساختہ مفہوم اختیار کرلیا ہے، ہم یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ سید چاہے (معاذ اللہ) فاسق وفاجر ہو تب بھی قابل تعظیم ہے، جب کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ سادات کرام ہمارے لیے لائق صد احترام اسی وقت ہیں جب وہ صحیح النسب ہونے کے ساتھ ساتھ متقی وپرہیزگار ہوں۔“

موصوف اس عبارت میں امت مسلمہ کے اجماعی موقف کو اختراعی اور خود ساختہ مفہوم قرار دے رہے ہیں، جب کہ احادیث کریمہ کثیرہ مطلقاً سادات کرام کی جزئی فضیلت (جو کہ نسب کی برتری ہے) کو ثابت کرتی ہیں۔ اور یہ جزئی فضیلت معمولی فضیلت نہیں۔ اسی بنا پر لوگ ہمیشہ سے ہی ان کی تعظیم کرتے چلے آئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”سید اگر بدمذہب بھی ہو جائے اس کی تعظیم نہیں جاتی، جب تک بدمذہبی حد کفر تک نہ پہنچے۔ ہاں بعد کفر سیادت ہی نہیں رہتی، پھر اس کی تعظیم حرام ہو جاتی ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، ص:125، جلد دوازدہم)

فتاوہ حدیثیہ میں ہے: ”ثم اذا تقدر ذلك فمن علمت نسبته الى آل البيت النبوى والسر العلوى لا يخرجه عن ذالك عظيم جنايته ولا عدم ديانته و صيانته.“ (فتاویٰ حدیثیہ، ص:166)

ان علمائے اعلام کی تصریحات کیا آپ کے پیش کردہ ”مفہوم حقیقی“ کے مخالف نہیں ہیں۔ موصوف کے مضمون پر تبصرہ کے لیے ایک مستقل مضمون کی ضرورت ہے۔ موصوف اگر اراءۃ الادب، لفاضل النسب، فتاوی رضویہ، شامی وغیرہ کتب فقہ کا مطالعہ کریں تو ان کے نزدیک ان کے موقف کا کھوکھلا پن خود بخود واضح ہو جائے گا۔ والسلام

سید محمد حیدر ربانی
اکبر پور، روہتاس، بہار

رسالے کو پڑھ کر بے حد خوشی ہوتی ہے

مکرمی ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور   سلام مسنون

مجھے آپ کا رسالہ پڑھ کر بے حد خوشی ہوتی ہے، میں اس کو بڑے غور سے پڑھتا ہوں۔ نومبر کے شمارے میں جو طلبہ کے روشن مستقبل کے متعلق مضمون پڑھا، اس سے دل کو کافی سکون ملا کہ اب ہمارے دینی طلبہ فراغت کے بعد عصری تعلیم کے میدان میں بھی اپنے ہنر دکھا سکیں گے اور دین متین کے سچے مبلغ بن کر اسلام کی حقانیت کو دوسروں تک پہنچائیں گے۔

(میرا سلیکشن اردو بی ٹی سی میں ہو گیا ہے۔ میں جس وقت جامعۃ الرضا بریلی شریف میں پڑھ رہا تھا وہ 2006ء کا زمانہ تھا۔ اس وقت مجھے پتہ چلا کہ اردو بی ٹی سی کی جگہ نکلی ہے، تو میں نے اس میں فارم ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے شکشا وبھاگ میں نوکری مل گئی۔ میں اپنی دینی پڑھائی پوری نہ کر سکا، اس لیے کہ میرے گھر کی حالت ٹھیک نہیں تھی۔

اب میں باقاعدہ اردو بی ٹی سی 2006ء کے دوسرے بیچ میں تربیت پا رہا ہوں۔ میری وضع قطع اسلامی ہے، چہرے پر ایک مشت داڑھی ہے، کرتا اور پاجامہ پہن کر جاتا ہوں اور ایک مسجد میں امامت بھی کرتا ہوں، میرے ساتھ غیر مسلم طلبہ بھی ہیں جو کبھی کبھی دین کے بارے میں بحث چھیڑ دیتے ہیں تو میں ان کی تسکین بھی کر دیتا ہوں۔

الغرض یہ کہ میرے لیے آپ کا شمارہ بہت ہی مفید ثابت ہوا ہے اور اس سے مجھے کافی معلومات حاصل ہوئی ہیں، اور اسی سے میں غیر مسلم طلبہ کے کچھ سوالات کو جواب دے لیتا ہوں۔ اور آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ دین متین کے لیے آپ کی خدمات قبول فرمائے اور آپ کو طویل عمر عطا فرمائے۔ آمین۔ فقط

محمد ظہیر بھائی قادری، اوریا، یو. پی.

یورپ اور ایشیا میں اسلام پھیل رہا ہے

مکرمی ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور   سلام مسنون

فروری 2009ء کا شمارہ زینت نگاہ بنا۔ 33 رویں جلد کے ساتھ شمارہ نمبر 1 دیکھ کر تھوڑا تعجب ہوا۔ فتاویٰ حافظ ملت کا خصوصی کالم دیکھ کر اندازہ ہوا کہ یہ آخری منزل پر ہے۔ مولانا محمد اسحاق رضوی کا مضمون ”چمنستان رضا میں پھولوں کی کیاریاں“ فکر امروز کے کالم سے ذرا بھی میل نہیں کھا رہا ہے۔ ایک طویل وقفہ کے بعد مولانا صادق رضا مصباحی کا جارحانہ تبصرہ پڑھنے کو ملا جو کہ شمارے کی دلچسپی کا سامان ہے۔

جناب سراج الدین شریفی صاحب کا طویل خط بھی دیکھنے کو ملا۔ موصوف یورپ اور امریکہ میں اسلام کی اشاعت کا انکار کرتے

ہیں۔ اپنے اس غیر معقول نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے ماہ نامہ اشرفیہ کے تین قیمتی صفحات برباد کیے ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں:

”سوال یہ ہے کہ آخر اشاعت اسلام صرف امریکہ اور یورپ ہی میں کیوں ہو رہی ہے؟ ایشیائی ممالک بالخصوص ہندستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں کیوں نہیں ہو رہی ہے۔“

موصوف کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہر شخص کے اسلام لانے کی خبر آپ کو ہو ہی جائے۔ ہندستان میں مذہبی تشدد، معاشرتی اور سماجی دباؤ کے باوجود آئے دن غیر مسلموں کے اسلام قبول کرنے کی خبر آتی رہتی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایسے لوگوں کی تعداد کم ہے، لیکن اس سے یکسر انکار کرنا ناواقفیت کی دلیل ہے۔ پاکستانی کرکٹ کھلاڑی یوسف یوحنا کے قبول اسلام پر جرح کرتے ہوئے کہا کہ اس عیسائی کے تعلق سے یہ کیسے یقین کر لیا جائے کہ اس نے ایسا سچے دل سے کیا ہے اور اس کے پیچھے کوئی بڑا دنیاوی مقصد نہیں ہے۔

اگر موصوف کے اس نظریہ کو لے کر چلا جائے تو دنیا سے امان غارت ہونے کا خطرہ ہے۔ ہر نو مسلم کے بارے میں یہ سوال اٹھے گا کہ آیا اس نے سچے دل سے اسلام قبول کیا، یا کسی دنیوی مقصد کے پیش نظر؟ آخر صدق دل سے اسلام قبول کرنے اور دنیوی حرص کے لیے اسلام قبول کرنے کے درمیان کون سا معیار ہے، جس سے دونوں میں امتیاز ہو سکے۔ ہم ظاہر کے مکلف ہیں اور اسی پر حکم لگایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کافر کو اس وقت قتل کیا جب اس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا۔ اس پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا، أفلا شققت عن قلبه. کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ اس نے تلوار کے خوف سے کلمہ پڑھا؟

دنیا کبھی بھی اللہ کے نیک بندوں سے خالی نہیں رہی ہے۔ انھیں کے اخلاق وکردار سے متاثر ہو کر لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔ اس زمانے میں مسلمانوں کا اخلاقی معیار اگرچہ گرا ہوا ہے، مگر اسلامی احکام کی فطری تقاضوں سے ہم آہنگی کو دیکھ کر لوگ اسلام قبول کرتے ہیں۔ شریفی صاحب کو قلم اٹھانے سے پہلے یورپ وامریکہ میں موجود داعیان اسلام سے رابطہ کرنا چاہیے تھا، یہ صرف پروپیگنڈہ ہی نہیں بلکہ یورپ اور ایشیا میں اسلام پھیل بھی رہا ہے۔ اس لیے اس کو محض افواہ کہنا حقیقت سے چشم پوشی ہوگی۔

شہاب الدین مصباحی، پنیرا، مہراج گنج

(ص:22 کا بقیہ)

تو نے میری عیادت نہ کی، میں ننگا تھا، تو نے مجھے کپڑا نہ دیا، میں بھوکا تھا، تو نے مجھے کھانا نہ دیا۔ بندہ عرض کرے گا، پروردگار! کیا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے، کہیں خالق بھی ننگا، بھوکا اور بیمار ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ میرا فلاں بندہ بیمار تھا، تو اس کی عیادت کو چلا جاتا تو مجھ کو اس کے سرہانے پاتا۔ میرا فلاں بندہ ننگا تھا اگر تو اس کو کپڑے پہناتا تو اس کو میرے پاس موجود پاتا۔ میرا فلاں بندہ بھوکا تھا، اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو آج میرے پاس موجود پاتا۔

غور کا مقام ہے کہ کسی بیمار کی عیادت، کسی ننگے کو کپڑا پہنانا، کسی بھوکے کو کھانا دینا کتنی اہمیت رکھتا ہے۔ مندرجہ بالا حدیث پر اگر صدفی صد عمل پیرا ہو جائیں تو ہمارا معاشرہ باہم شیر وشکر ہو جائے اور انسانی ہم دردی ومحبت کی فضا سازگار ہو جائے۔ ذرا غور فرمائیں کہ آپ کا ایک پڑوسی بیمار ہو گیا۔ آپ خالی ہاتھ اس کی عیادت کو چلے گئے۔ اس کا اثر خود مریض پر اور اس کے اہل خانہ پر کتنا زبردست پڑتا ہے کہ وہ آپ کے گرویدہ ہو جائیں گے۔ اس کے برعکس اگر کوئی مریض ہوا اور آپ نے اس کی عیادت نہ کی تو اس کے دل پر تو آپ کی بے وفائی کی چوٹ جائے گی ہی لیکن آپ خود اس کے سامنے شرم سار اور عرق پشیمانی سے تربہ تر نظر آئیں گے کہ یہ شخص بیمار ہو گیا اور میں اس کی عیادت بھی نہ کر سکا۔ ایک سنت کی ادائیگی میں کتنی خیر اور بھلائی پوشیدہ ہے۔ ان پر عمل پیرا ہو کر ہم زخمی اور دکھی انسانوں کے دلوں پر محبت کا مرہم لگا سکتے ہیں، جس سے ہماری منتشر اور شکستہ تہذیب کا نیا قصر تعمیر کیا جا سکتا ہے۔ آج کے اس دور میں جب انسان اپنے ذاتی اغراض وخواہشات کے پیچھے دوسروں کی عزت وآبرو، حد تو یہ ہے کہ جان تک لے لیتا ہے، دنیا جب اپنی ذاتی خواہشوں اور نفس کے لیے جی رہی ہے، بڑا مبارک ہے وہ آدمی جو دوسروں کے کام آتا ہے، ان کی خدمت کرکے سکون پاتا ہے اور انسانیت کی سب سے افضل معراج کو حاصل کر لیتا ہے کہ خدمت خلق بھی ایک عبادت اور خالق کی رضا مندی کا راستہ ہے۔ یہی اسلام سکھاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

وفیات

مولانا الحاج حبیب اللہ امجدی چریاکوٹی کا انتقال

یہ خبر انتہائی افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ چریاکوٹ کی ایک عظیم شخصیت حضرت مولانا الحاج حافظ حبیب اللہ امجدی 14رذی الحجہ 1429ھ مطابق 13ردسمبر 2008ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب تقریباً 6ربجے اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

اہل چریاکوٹ اور قرب و جوار کے سنی مسلمانوں کے لیے یہ حادثہ بڑا عظیم اور جاں کاہ ہے۔ آپ کی عمر نوے سال کے قریب تھی۔ آپ قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کے شاگردوں اور فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی مصنف انوار الحدیث وکتب کثیرہ کے ہم درس ساتھیوں میں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلک حق پر آپ کا تصلب ضرب المثل ہے۔ اعلان حق کے معاملے میں آپ کسی رو رعایت کے قائل نہ تھے۔ آپ کی اولاد میں جناب محمد شفیق صاحب، محمد عتیق صاحب، مولانا لئیق احمد برکاتی اور فضیل احمد ہیں۔ سبھی فرزندان کو دینی تعلیم سے آراستہ کرایا، جس میں مولانا لئیق احمد باضابطہ عالم دین اور ان کے جانشین ہیں۔ تحفۃ النصائح نامی منظوم فارسی کتاب کا آپ نے ترجمہ بھی کیا تھا جو مسودہ کی شکل میں موجود ہے۔

مولانا موصوف نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ جھارسوگڈہ (اڑیسہ) کی مسجد الحدید میں امامت وخطابت پر مامور ہوکر گزارا۔ قصبہ چریاکوٹ کے مشہور دارالعلوم قادریہ کے کئی بار مدرس، صدر کمیٹی اور ناظم تعلیمات رہے۔ زندگی کے آخری ایام میں کئی سال سے چریاکوٹ میں ہی سکونت پذیر تھے اور اپنے ذاتی مکان ولی نگر چریاکوٹ میں ہی انتقال فرمایا۔ کثیر تعداد میں لوگ شریک جنازہ رہے۔ تدفین قبرستان نزد روضہ مخدوم قاضی اسماعیل عباسی (علیہ الرحمہ) میں ہوئی۔ دعا ہے کہ مولانا تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے، درجات بلند فرمائے، آمین، بجاہ سید المرسلین علیہ والہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

محمد عبد المبین نعمانی قادری
المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ

آہ حضرت قاری علی احمد صاحب مرحوم

بڑے رنج کی خبر ہے کہ 31ردسمبر 2008ء دوپہر پونے بارہ بجے حضرت قاری علی احمد رضوی ناظم اعلیٰ مدرسہ ضیائیہ گوٹ دوراہہ ضلع مرادآباد کا وصال ہوگیا۔ وہ تقریباً ایک سال سے کینسر کی زد میں تھے۔ اللہ رب العزت جل جلالہ بطفیل حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قاری صاحب مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس عطا فرمائے۔

قاری صاحب مرحوم نہایت ملنسار، با اخلاق، علما نواز اور علم پسند انسان تھے۔ انھیں اوصاف کی وجہ سے ہر محفل کی زینت رہتے۔ اکثر کانفرنسوں اور جلسوں میں شرکت فرماتے، بلکہ ان کی تلاوت کلام پاک سے جلسوں کا آغاز ہوتا۔ فراغت کے بعد کئی اداروں میں پڑھایا۔ خود اپنے وطن مالوف ڈھکیہ ضلع مرادآباد میں مدرسہ رضائے حبیب اپنی انتھک کوششوں سے قائم کرایا۔ اب گوٹ دوراہے میں مدرسہ ضیائیہ کی تعمیر وتکمیل کی کوششوں میں شب و روز لگے تھے۔ لیکن اس کی تکمیل سے پہلے ہی ان کا سفر حیات مکمل ہو گیا اور اپنے رب حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

قاری صاحب کی عمر تقریباً 50ربرس رہی ہوگی۔ ان کے پس ماندگان میں اہلیہ، ایک لڑکا اور تین بچیاں ہیں۔ اللہ رب العزت ان کو صبر و اجر عطا فرمائے۔

محمد عاقل رضوی مصباحی
الجامعۃ القادریہ، رچھا ریلوے اسٹیشن، بریلی شریف

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں سولھواں فقہی سمینار

۱۴/۱۵/۱۶رفروری ۲۰۰۹ء کو الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں مجلس شرعی کے زیر اہتمام سولہویں فقہی سمینار کا انعقاد بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہوا جس میں ملک کے نامور فقہائے کرام، مشاہیر علما اور دانشور حضرات نے شرکت کی۔

سمینار میں حسب ذیل سات موضوعات تھے

(۱) میوچول فنڈ کی شرعی حیثیت۔ (۲) پرافٹ پلس کی شرعی حیثیت۔ (۳) در آمد بر آمد ہونے والے گوشت کا حکم۔ (۴) جدید مسعیٰ میں سعی کا حکم۔ (۵) غیر رسم عربی میں قرآن حکیم کی کتابت۔ (۶) فلیٹوں کی حیثیت زکاۃ کے نقطۂ نظر سے۔ (۷) طویلے کے دودھ اور جانوروں کا مسئلہ۔

آئندہ شمارہ سولہویں فقہی سمینار پر خصوصی دستاویز ہوگا، شائقین حضرات قبل از وقت خصوصی آرڈر سے نوازیں۔

از: مبارک حسین مصباحی، رکن مجلس شرعی، مبارک پور

روداد چمن: جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں تقسیمِ انعامات کی سالانہ تقریب

از: مولانا رفیع القدر مصباحی

27رجنوری 2009ء بروز منگل بعد نماز ظہر عزیز المساجد میں عزیز ملت حضرت علامہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی سرپرستی میں ایک باوقار تقسیم انعامات کی تقریب کا انعقاد ہوا، جس میں جامعہ کے تمام اساتذہ اور طلبہ نے شرکت کی۔

جلسہ کے صدارتی خطاب میں صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ نے طلبہ کو بیش بہا مفید مشوروں اور نصیحتوں سے نوازتے ہوئے فرمایا کہ طلبہ کو چاہیے کہ اپنے تعلیمی اوقات کی قدر کریں اور صرف پاس نمبر لانے کے بجائے اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہونے کی صلاحیت پیدا کریں تاکہ آگے چل کر یہ صلاحیت انھیں بلندیِ مراتب سے ہم کنار کرے۔

حضرت سربراہِ اعلیٰ صاحب قبلہ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ طلبہ کو چاہیے کہ وہ پورے سال محنت کریں تاکہ شش ماہی اور سالانہ دونوں امتحان میں اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوں اور فرمایا کہ یہاں داخلہ کا مقصد علم کا حصول ہے نہ کہ وقت کا ضیاع۔ اس لیے اپنے اوقات کو تحصیل علم میں صرف کریں اور اسے غلط روی میں برباد نہ کریں اور دینی طالب علم کے عادات واطوار کو اپنا شیوہ بنائیں۔ فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات کی پابندی کریں۔ انشاء المولیٰ اس کی برکتوں سے آپ بھی مالا مال ہوں گے اور جامعہ کا نام بھی روشن ہوگا۔

بعدہ حضرت مفتی زاہد علی سلامی استاذ ومفتی الجامعۃ الاشرفیہ نے امتحان سالانہ 2008ء میں پورے جامعہ میں اول، دوم، اور سوم پوزیشن حاصل کرنے والے اور ہر درجہ میں اول، دوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کے ناموں کا اعلان کیا، جنھیں حضرت سربراہ اعلیٰ صاحب قبلہ کے مبارک ہاتھوں سند اور گراں قدر انعامات سے نوازا گیا۔ نیز درجات عالیہ اور حفظ میں تیسری، چوتھی اور پانچویں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو بھی انعامات دیے گئے۔ اخیر میں صلاۃ وسلام اور حضرت سربراہِ اعلیٰ صاحب قبلہ کی دعاؤں پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

انعام یافتگان طلبہ کی فہرست درج ذیل ہے۔

جماعت	نام طالب علم	سکونت	پوزیشن	رقم	انعامی کتب
اعدادیہ	راشد علیم	کٹیہار	اول	1000	مقالات شارحِ بخاری، سید ین نمبر
رر	محمد عادل حسین	گیا	دوم	950	مقالات شارحِ بخاری، موطا امام محمد، نور الایمان
اولیٰ	محمد جمیل احمد	بکارو	اول	1100	مقالات شارحِ بخاری، سید ین نمبر، قطبی
رر	محمد ریاض الدین	ہزاری باغ	دوم	1050	مقالات شارحِ بخاری، سید ین نمبر، دروس البلاغۃ مع شموس البراعۃ
ثانیہ	محمد وسیم رضا	نیپال	اول	1200	مقالات شارحِ بخاری، سید ین نمبر، انوار محمدیہ
رر	محمد سید رضا	گریڈیہ	دوم	1150	مقالات شارحِ بخاری، سید ین نمبر، بزم اولیا
ثالثہ	محمد پرویز عالم	دیوگھر	اول	1300	مقالات شارحِ بخاری، سید ین نمبر، الفتح الربانی
رر	محمد امجد علی وارثی	سیتامڑھی	دوم	1250	مقالات شارحِ بخاری، سید ین نمبر، مقامات امام اعظم
رابعہ	محمد امام الدین	گریڈیہ	اول	1400	بہارِ شریعت، مقالات شارحِ بخاری، مصدق الفضل
رر	محمد تنویر عالم	دیناج پور	دوم	1350	بہارِ شریعت، مقالات شارحِ بخاری
خامسہ	محمد شریف	دُرگ	اول	1500	ترمذی شریف، جلالین شریف، حبیب الفتاویٰ

خامسہ	محمد غلام مجتبیٰ	کولکاتا	دوم	1450	ترمذی شریف، جلالین شریف، فتاویٰ مصطفویہ
سادسہ	محمد حیدر رضا	پورنیہ	اول	1600	هدايه كامل، التعليق المجلي، رساله قشيريه، العمدة
//	عبدالمبین	گجرات	دوم	1550	هدايه كامل، التعليق المجلي، رساله قشيريه
سابعہ	محمد اکرام الحق	اناؤ	اول	1700	بخاری شریف کامل، حبیب الفتاویٰ
//	رضاء المصطفیٰ	مرادآباد	دوم	1650	بخاری شریف کامل، الفتح الربانی
فضیلت	آفتاب احمد	بہرائچ	اول	1800	جدالممتار اول دوم، مقالات شارح بخاری، فتاویٰ فیض الرسول، اصلاح فکر واعتقاد
//	محمد زید الرضا	کٹیہار	دوم	1750	جدالممتار اول دوم، مقالات شارح بخاری، فتاویٰ فیض الرسول، الکشف شافیا عربی
قراءت سبعہ اخیر	عبدالرحمٰن	مبارک پور	اول	900	سیدین نمبر، الفتح الربانی، فتاویٰ حامدیہ
قراءت خصوصی اول	محمد حیدر علی	ہزاری باغ	اول	1000	سیدین نمبر، مقالات شارحِ بخاری
//	محمد احمد قادری	بلرامپور	دوم	950	سیدین نمبر، فیضانِ شریعت، فتاویٰ مصطفویہ
حفص عمومی اول	محمد منظر حسین	اورنگ آباد	اول	650	سیدین نمبر، فتاویٰ حامدیہ، نورالایمان
//	جنید احمد	رام پور	دوم	600	سیدین نمبر، انوار ساطعہ، شرح نزہۃ النظر
حفص عمومی دوم	محمد شمشیر علی	مدھوبنی	اول	700	سیدین نمبر، الفتح الربانی
حفص عمومی اخیر	محمد ریاض الحسن	گونڈہ	اول	750	سیدین نمبر، الفتح الربانی، مصدق الفضل
//	یونس علی	کرناٹک	دوم	700	سیدین نمبر، الفتح الربانی
حفظ	محمد سیف	لکھنؤ	اول	750	سیدین نمبر، فیضانِ شریعت، تاریخ نجد وحجاز
//	محمد قاسم	مئو	دوم	700	سیدین نمبر، الفتح الربانی

جامعہ میں اول، دوم، سوم پوزیشن حاصل کرنے والوں کو بہار شریعت کامل کا ایک ایک سیٹ دیا گیا۔ نیز امتحان سالانہ 1429ھ/2008ء میں ہر درجہ میں تیسری، چوتھی اور پانچویں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو ترغیبی انعامات بھی دیے گئے، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

جماعت	نام طالب علم	سکونت	ترغیبی نمبر	انعامی کتب
اعدادیہ	محمد جاوید عالم	ممبئی	سوم	سیدین نمبر، بزم اولیا، ملفوظات حافظ ملت علیہ الرحمہ
//	محمد طالب	بہرائچ	چہارم	سیدین نمبر، بزم اولیا، ملفوظات حافظ ملت علیہ الرحمہ
//	محمد ساجد رضا	چھپرا	پنجم	سیدین نمبر، بزم اولیا، ملفوظات حافظ ملت علیہ الرحمہ
اولیٰ	محمد رئیس اختر	بارہ بنکی	سوم	سیدین نمبر، بزم اولیا، ملفوظات حافظ ملت علیہ الرحمہ
//	شفیق الرحمٰن	دیوریا	چہارم	سیدین نمبر، بزم اولیا، ملفوظات حافظ ملت علیہ الرحمہ
//	محمد احمد رضا	چھپرا	پنجم	سیدین نمبر، بزم اولیا، ملفوظات حافظ ملت علیہ الرحمہ
ثانیہ	حامد رضا	ناگور	سوم	سیدین نمبر، بزم اولیا، ملفوظات حافظ ملت علیہ الرحمہ
//	محمد ذیشان رضا	ویشالی	چہارم	سیدین نمبر، بزم اولیا، ملفوظات حافظ ملت علیہ الرحمہ

ثانیہ	محمد رفیق عالم	گڈا	پنجم	سیدین نمبر، بزم اولیا، ملفوظات حافظ ملت علیہ الرحمہ
ثالثہ	عرفان رضا	مالیگاؤں	سوم	سیدین نمبر، بزم اولیا، ملفوظات حافظ ملت علیہ الرحمہ
//	محمد شعیب احمد	کشن گنج	چہارم	سیدین نمبر، بزم اولیا، ملفوظات حافظ ملت علیہ الرحمہ
//	مقیم الرحمٰن	رام پور	پنجم	سیدین نمبر، بزم اولیا، ملفوظات حافظ ملت علیہ الرحمہ
رابعہ	سید عبداللطیف اختر جمالی	آرہ	سوم	سیدین نمبر، بزم اولیا، ملفوظات حافظ ملت علیہ الرحمہ
//	احمد مصطفیٰ کمال	آسام	چہارم	سیدین نمبر، بزم اولیا، ملفوظات حافظ ملت علیہ الرحمہ
//	محمد عرفان	رام پور	پنجم	سیدین نمبر، بزم اولیا، ملفوظات حافظ ملت علیہ الرحمہ
خامسہ	سید نور عالم	بلرام پور	سوم	سیدین نمبر، تاریخ نجد وحجاز، اصلاح فکر واعتقاد
//	جنید احمد	رام پور	چہارم	سیدین نمبر، تاریخ نجد وحجاز، اصلاح فکر واعتقاد
//	قلب حسین رضوی	نیپال	پنجم	سیدین نمبر، تاریخ نجد وحجاز، فتنوں کا ظہور، وصایا شریف
سادسہ	اکبر	گجرات	سوم	سیدین نمبر، تاریخ نجد وحجاز، فتنوں کا ظہور، وصایا شریف
//	محمد گلزار احمد	رام پور	چہارم	سیدین نمبر، تاریخ نجد وحجاز، فتنوں کا ظہور، وصایا شریف
//	محمد مجیب عالم	رام پور	پنجم	سیدین نمبر، تاریخ نجد وحجاز، فتنوں کا ظہور، وصایا شریف
سابعہ	محمد صدیق	عادل آباد	سوم	سیدین نمبر، تاریخ نجد وحجاز، فتنوں کا ظہور، وصایا شریف
//	محمد شہباز احمد	سیتامڑھی	چہارم	سیدین نمبر، تاریخ نجد وحجاز، فتنوں کا ظہور، وصایا شریف
//	جنید احمد	گڑھوا	پنجم	سیدین نمبر، تاریخ نجد وحجاز، فتنوں کا ظہور، وصایا شریف
فضیلت	محمد معین الدین	ہزاری باغ	سوم	سیدین نمبر، تاریخ نجد وحجاز، فتنوں کا ظہور، وصایا شریف
//	شہاب الدین	مہراج گنج	چہارم	سیدین نمبر، تاریخ نجد وحجاز، فتنوں کا ظہور، وصایا شریف
//	محمد سجاد عالم	دربھنگہ	پنجم	سیدین نمبر، تاریخ نجد وحجاز، فتنوں کا ظہور، وصایا شریف
حفظ	محمد محبوب رضا	مدھوبنی	سوم	سیدین نمبر، جاء الحق، ملفوظات حافظ ملت علیہ الرحمہ
//	محمد حسیب اللہ	چھتیس گڑھ	چہارم	سیدین نمبر، جاء الحق، ملفوظات حافظ ملت علیہ الرحمہ
//	رفیق احمد	مبارک پور	پنجم	سیدین نمبر، جاء الحق، ملفوظات حافظ ملت علیہ الرحمہ

الجامعۃ الاشرفیہ میں یوم مفتی اعظم

17 رجنوری 2009ء/19 رمحرم الحرام کو طلبہ جماعت سابعہ کی جانب سے ''جشن یوم مفتی اعظم'' کا انعقاد بڑے تزک واحتشام کے ساتھ عمل میں آیا۔ پروگرام کی صدارت صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب نے فرمائی اور مہمانان خصوصی کی حیثیت سے شرف ملت حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی انکم ٹیکس کمشنر دہلی، حضرت علامہ بدر القادری (ہالینڈ)، حضرت مولانا مسعود احمد مصباحی (امریکہ) نے شرکت فرمائی، جب کہ نظامت کے فرائض محمد عبدالکریم متعلم جماعت سابعہ نے انجام دیے۔

حضرت علامہ محمد عبدالمبین نعمانی نے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا تعارف پیش کیا اور ان کی ہمہ جہت شخصیت پر روشنی ڈالی۔

حضرت نعمانی صاحب نے فرمایا کہ حضورِ حافظ ملت علیہ الرحمہ حضور مفتی اعظم ہند سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے اور ان کی عزت وتکریم حتی کہ قدم بوسی تک کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی نے جامعہ میں سرگرم ادبی وتحریری تنظیموں کا تعارف پیش کیا اور طلبہ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ طلبۂ جامعہ کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے حضرت مصباحی صاحب نے فرمایا کہ آج ہند و بیرون ہند اہل سنت و جماعت کی علمی انجمن مصباحی برادران سے روشن ہے۔ اس روشنی کو برقرار رکھنے کے لیے انھیں زمانہ طالب علمی ہی میں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا ہوگا۔

حضرت علامہ بدر القادری کی پر زور خطابت سے سامعین پر ایک پر سکون خاموشی طاری ہوگئی اور تحریک اشرفیہ کے آغاز، حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اور مبارک پور کے صاحب عزم وحوصلہ عوام کا جوش وخروش نظروں کے سامنے گھومنے لگا۔ حضرت علامہ نے فرمایا کہ دلی ہماری راج دھانی ہے قانونی لحاظ سے لیکن مبارک پور ہماری راج دھانی ہے علمی لحاظ سے۔ حضرت مولانا مسعود احمد برکاتی نے طلبہ کی ضروریات کے پیشِ نظر وقت اور صحت کی اہمیت پر مختصر مگر نہایت پر مغز خطاب فرمایا اور طلبہ کو اپنے تجربات سے روشناس کرایا۔

حضرت شیخ الجامعہ علامہ محمد احمد مصباحی صاحب نے صدارتی خطبے میں مہمان خصوصی شرف ملت سید محمد اشرف قادری برکاتی کا تعارف پیش فرمایا۔ انھوں نے فرمایا کہ شرف ملت خانقاہ برکاتیہ مارہرہ کے گل تاب دار حضور احسن العلما کے چہیتے فرزند ہیں اور معروف افسانہ نگار ہیں۔ انھوں نے اپنے فن کی بنیاد پر ہندستان کا سب سے بڑا ادبی اعزاز ساہتیہ اکادمی ایوارڈ حاصل کیا ہے۔ ہندستان کی مختلف یونیورسٹیز میں ان کی شخصیت اور فن پر تحقیقی کام ہو رہا ہے۔ خانقاہ برکات کی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ جدید چیلنجز کے مقابل میں خانقاہ برکاتیہ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ جامعۃ البرکات کا قیام اس کی واضح مثال ہے۔ الجامعۃ الاشرفیہ اور خانقاہ برکات کا تعلق ایک ہی وجود کی دو حیثیت کے مثل ہے۔

مہمان خصوصی شرف ملت سید محمد اشرف برکاتی صاحب نے ''آئین نو اور طرز کہن کی کش مکش - چند مکالمات'' کے موضوع پر نہایت پر مغز اور معلومات آفریں توسیعی خطبہ ارشاد فرمایا۔ انھوں نے فرمایا کہ تبدیلی ایک عمل ہے جو ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ لہٰذا عصر حاضر کے پیش نظر ہمیں قدیم رسوم ورواج میں جن کی حیثیت صرف مباح کی ہے تخفیف کرنا چاہیے اور اپنی انرجی تعمیری کاموں میں صرف کرنا چاہیے۔ امت کو در پیش مسائل سے نکالنے کے لیے پر خلوص سعی کرنا چاہیے، چشم پوشی سے مسائل ختم نہیں ہوتے۔ طلبہ کو احساس کم تری کی تاریکی سے نکالنے کے لیے نفسیات پر نہایت جامع گفتگو فرمائی۔ انھوں نے فرمایا کہ جدید تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسان کی کامیابی میں اس کی ذہانت کا حصہ 20 فی صد ہوتا ہے، باقی، جذبہ، اعتماد، اور سچی لگن کی کارفرمائی ہے۔ انسان کے اندر اگر جذبی ذہانت Emotional Intelligence ہے تو وہ زندگی کے کسی بھی امتحان میں ناکام نہیں ہوسکتا۔ کسی بھی طالب علم کو یہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ پہلی مرتبہ ناکامی کے بعد اس کا حوصلہ وعزم پست نہ ہو بلکہ کئی ناکامیوں کو ملا کر ایک کامیابی کا وجود ہوتا ہے۔ سول سروسز کی جانب طلبہ کی توجہات کو مرکوز کراتے ہوئے فرمایا کہ I.A.S. کی تیاری درس نظامی سے مشکل نہیں ہے لیکن ضرورت ہے جذبی ذہانت Emotional Intelligence کی۔

آخر میں شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی صاحب کی دعاؤں پر نہایت کامیابی کے ساتھ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ حضرت مولانا اختر کمال مصباحی، مولانا ناظم علی مصباحی، مولانا نفیس احمد مصباحی، مولانا صدر الوریٰ مصباحی، مولانا حبیب اختر مصباحی اور دیگر استاذۂ جامعہ اشرفیہ رونق اسٹیج رہے۔

تحریری انعامی مقابلے میں انعام یافتگان کے اسماء: اعدادیہ، اولیٰ، ثانیہ کے لیے تین عنوان تھے۔ ہر عنوان کے تحت اول دوم اور سوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کے اسما حسب ذیل ہیں:

(1) ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ - حیات وخدمات۔

(۱) محمد مزمل خاں، بمبئی (ثانیہ)　(2) محمد رئیس اختر، بارہ بنکی (ثانیہ)　(3) تحسین رضا، مرادآباد (ثانیہ)

(2) راہِ خدا میں صحابہ کرام کی جاں بازیاں۔

(۱) غلام مصطفیٰ غزالی، کرناٹک (ثانیہ)　(2) محمد بابر علی، غازی پور (ثانیہ)　(3) محمد نعیم، اعظم گڑھ (اولیٰ)

(3) اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق وعادات کی روشنی میں۔

(۱) نثار احمد، گجرات (ثانیہ)　(2) محمد شاہ عالم، ویشالی (ثانیہ)　(3) محمد فصیح الدین، سیتامڑھی (ثانیہ)

ثالثہ اور رابعہ کے لیے دو حسب ذیل عناوین تھے:

(1) حضور مفتی اعظم ہند کے اصلاحی کارنامے۔

(۱) محمد سرور، گجرات (رابعہ)　(2) محمد جاوید اختر، اے. پی. (رابعہ)　(3) غلام سرور، کٹیہار (رابعہ)

(2) پروفیسر مسعود اور تحقیق رضویات۔

(۱) شعیب اختر، کشن گنج (رابعہ)　(2) اشتیاق، دیناج پور (رابعہ)　(3) معین الدین، بیر بھوم (ثالثہ)

خامسہ اور سادسہ کے لیے حسب ذیل دو عنوان تھے:

(1) تدوین حدیث اور اس کے ارتقائی مراحل۔

(۱) محمد اختر رضا نظامی، مہراج گنج (سادسہ)　(2) عبد العلیم، بنارس (سادسہ)　(3) محمد نفیس، بلرام پور (سادسہ)

(2) ڈاکٹر اقبال کی انقلابی فکر کلیات اقبال کی روشنی میں۔

(۱) محمد زبیر، گونڈہ (خامسہ)　(2) محمد شمیم رضوان، کٹیہار (سادسہ)　(3) شہباز، کٹیہار (سادسہ)

سابعہ اور فضیلت کے لیے حسب ذیل دو عنوان تھے:

(1) شرح صحیح مسلم (علامہ غلام رسول سعیدی) ایک تجزیاتی مطالعہ۔

(۱) سید اکرام الحق، اناؤ (فضیلت)　(2) محمد نور عالم، ادری، مئو (سابعہ)　(3) نوشاد عالم، دیناج پور (فضیلت)

(2) عصر حاضر میں میڈیا کا متعصبانہ رویہ اور صحافتی ذمہ داریاں۔

(۱) محمد عارف رضا، گونڈہ (سابعہ)　(2) محمد طفیل، بانکا (فضیلت)　(3) محمد شارب، دیناج پور (فضیلت)

تحقیق اور تقابل ادیان کے لیے حسب ذیل دو عنوان تھے:

(1) عبارات فقہا پر امام احمد رضا کی نقد ونظر اور انداز تحقیق۔

(۱) سید صابر علی نوری، اندور (مشق افتا) (2) محمد شہاب الدین، مہراج گنج (تحقیق اول) (3) محمد ذو الفقار، کشن گنج (تحقیق دوم)

عام عنوان: اصلاح عقائد واعمال میں مدارس اہل سنت کا کردار۔

(۱) محمد مجیب عالم، رام پور (سابعہ)　(2) صدام حسین، کشی نگر (ثالثہ)　(3) محمد اکبر علی، دیناج پور (سادسہ)

از: **محمد علی سنبھلی**، المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارکپور

تنظیمی سرگرمیاں

مسلمان امریکی اور یہودی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں

آج 21 رجنوری 2009ء تنظیم ابنائے اشرفیہ کے زیر اہتمام مرکزی عہدے داران کی ایک میٹنگ ہوئی جس کی صدارت صدر تنظیم حضرت علامہ عبدالحفیظ صاحب سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے فرمائی۔ مولانا محمد ادریس بستوی نائب صدر تنظیم کا خصوصی بیان ہوا جب کہ نظامت تنظیم کے جنرل سکریٹری مولانا مبارک حسین مصباحی نے فرمائی۔ میٹنگ میں ملک کے حالات اور بین الاقوامی حادثات و وقعات پر گہرائی سے غور و خوض کیا گیا۔ شرکا نے اپنے تاثرات وخیالات کا اظہار کیا اور اخیر میں اتفاق رائے سے دس قراردادیں پاس ہوئیں جو حسب ذیل ہیں۔

(1) پوری دنیا کا مسلمان تمام امریکن اور یہودی مصنوعات کا بائیکاٹ کرے۔

(2) کوئی مسلم ملک سرکاری سطح پر کسی یہودی یا امریکی سامان کو اپنے ملک میں آنے کی اجازت نہ دے اور سابقہ تمام تجارتی معاہدوں کو جو اسرائیل اور امریکہ سے کیے گئے ہیں یکلخت منسوخ کردے۔

(3) عالمی منڈی میں خام تیل کی کساد بازاری امریکن اور صیہونی لابی کی سازش کا نتیجہ ہے اور اس سے مسلم ملکوں کو برباد کر دینے والی منڈی سے بچنے کا واحد وسیلہ یہ ہے کہ وہ تیل پیدا کرنے والے تمام ملک امریکہ اور اسرائیل کو تیل دینا اولین فرصت میں بند کر دیں۔

(4) چوں کہ عرب ملکوں کا کثیر سرمایہ امریکہ کے یہودیوں کے زیر انتظام جمع ہے، جس کا کل فائدہ اسرائیل کی ناجائز حکومت کو ملتا ہے ،اس لیے تمام مسلمان ملک اپنا کل سرمایہ امریکہ کے بنکوں سے نکال کر اپنے ملک میں رکھیں۔

(5) بیس دن کی وحشیانہ بم باری کے بعد جس میں ایک ہزار سے زیادہ فلسطینی شہید ہو گئے اور تقریباً دس ہزار زخمی ہوئے، اسرائیل نے جنگ بندی کا اعلان کیا ہے۔ لیکن ایک ہزار شہدا جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں، ان کا خون بہا اقوام عالم اسرائیلی یہودیوں سے اس طرح دلائے جس طرح جرمنی سے یہودیوں کو تاوان دلایا گیا تھا۔

(6) اگرچہ اقوام متحدہ کی ایک نامناسب تجویز پر غاصب اسرائیل کا وجود اقوام عالم نے تسلیم کرلیا تھا، لیکن 1948ء کے تجویز کردہ اسرائیلی رقبہ کے مقابل اسرائیل نے اپنی جارحیت سے اس سے پانچ گنا زائد رقبہ پر اپنا قبضہ جمالیا ہے، حتیٰ کہ یروشلم پر بھی وہ ناجائز طور پر قابض ہو گیا۔ اقوام متحدہ کے تجویز کردہ رقبہ کے علاوہ غصب شدہ رقبہ پر جو یہودی آباد ہیں، ان کی آبادی بین الاقوامی قانون کے مطابق بے ایمانوں، چوروں، ڈاکوؤں اور ظالموں کی آبادی ہے۔ ایسی آبادی کو تہس نہس کر دینا غریب الوطن فلسطینیوں کا بنیادی حق ہے اور ایسی ناجائز آبادیوں پر راکٹ برسانا، تقاضائے انصاف کے مطابق ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ اس مضمون کی تائید اقوام متحدہ کرے۔

(7) ہمارا ملک ہندستان روایتی طور پر عربوں کے ساتھ رہا ہے اور ہندستان کے سب سے بڑے قومی لیڈر مسٹر گاندھی نے پہلی جمہوری حکومت کے سربراہ پنڈت جواہر لال نہرو، ان کے بعد آنے والے وزرائے اعظم نے اسرائیل کو تسلیم نہیں کیا۔ لیکن ایک غیر دانش مند وزیر اعظم کے دور میں اسرائیل کی ناجائز حکومت کو تسلیم کر کے اس کا سفارت خانہ دہلی میں قائم کر دیا گیا۔ تبھی سے ملک کا اندرونی امن وامان درہم برہم ہے۔ ملک میں خوش گوار فضا قائم کرنے کے لیے صیہونی ٹولے کو اسرائیل کی مانیتا ختم کر کے ملک سے باہر نکالا جائے۔

(8) ہندستان آہستہ آہستہ اسرائیل کے لیے زرخیز منڈی بنتا جا رہا ہے اور اسرائیل جیسی حقیر حکومت اسلحہ سے لے کر حرام جانور کی چربی تک ہندستان کے ہاتھوں بیچ کر دولت سمیٹ رہے ہیں، جب کہ ہمارے ملک کی پالیسی ہندستانی مصنوعات کو بیچ کر معیشت کو مضبوط کرنا ہے، اس لیے بلا تاخیر وہ تمام معاہدے جو اسرائیل سے لین دین کے لیے کیے گئے ہیں، کالعدم قرار دیے جائیں۔

(9) ہندستان میں پارلیمنٹ کا الیکشن بہت نزدیک ہے، تمام انصاف پسند ہندستانیوں اور بالخصوص مسلمانوں سے پر زور اپیل کی جاتی ہے کہ آئندہ پارلیمانی الیکشن میں ایسی پارٹیوں کو ہرگز ووٹ نہ دیں، جو اسرائیل نواز ہیں۔

(10) بیس روزہ قیامت خیز بمباری میں جو مسلمان بچے، بوڑھے، جوان اور خواتین درجۂ شہادت پر پہنچے ان کے لیے دعائے مغفرت کی جاتی ہے اور اس بات کی اپیل بھی کی جاتی ہے کہ پورے ملک میں جہاں جہاں مسلمان ہیں وہاں بھی ان کے لیے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی مجلسیں قائم کی جائیں۔

میٹنگ میں بڑی تعداد میں علما اور دانش وروں نے شرکت فرمائی، چند اہم نام حسب ذیل ہیں: مفتی محمد نظام الدین رضوی، مولانا محمد معراج القادری، مولانا محمد نعیم الدین عزیزی، مفتی بدر عالم مصباحی، مفتی زاہد علی سلامی، مولانا نفیس احمد مصباحی، مولانا احمد رضا مصباحی، مولانا حبیب اختر مصباحی۔

بابری مسجد کے قاتل کو کسی بھی قیمت پر معاف نہیں کیا جا سکتا

یکم فروری 2009ء "تنظیم ابنائے اشرفیہ" مبارک پور کے زیر اہتمام ایک ہنگامی میٹنگ ہوئی جس میں تمام شرکا نے ملائم سنگھ اور سماج وادی پارٹی کے دیگر ممبران کی طرف سے کلیان سنگھ کو بے قصور کہنے پر سخت ردعمل کا اظہار کیا اور کلیان سنگھ کی سماج وادی پارٹی میں شمولیت پر اپنی شدید ناراضی کا اظہار کیا۔ مسلمانوں کی ہمدردی اور ووٹ بٹور کر کرسی اقتدار پر تین تین بار براجمان ہونے والے ملائم سنگھ نے کلیان سنگھ سے ہاتھ ملا کر مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے اور اب کلیان سنگھ کی صفائی میں پارٹی کے مختلف ورکروں سے بیان دلوائے جا رہے ہیں۔ کلیان مجرم ہے، سپریم کورٹ نے باقاعدہ سزا سنا کر کلیان سنگھ کو جیل بھیجا تھا۔ جیل سے واپسی پر کلیان سنگھ نے اپنا جرم خود قبول کرتے ہوئے یہ بیان دیا تھا: "بابری مسجد کا ڈھانچہ گرانے میں کسی پولیس والے، یا افسر کا ہاتھ نہیں بلکہ یہ میرا اپنا کارنامہ ہے، اس لیے مجھے جیل جانے پر فخر ہے اور اس کے لیے میں بار بار جیل جانا پسند کروں گا، اس پر مجھے فخر ہوگا۔ اس قسم کے جذبات رکھنے والے شخص کو مسلمان کبھی معاف نہیں کر سکتا، بابری مسجد کا غم آج بھی ہمارے سینوں میں تازہ ہے۔ تنظیم کے جنرل سکریٹری مولانا مبارک حسین مصباحی نے مذکورہ خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان کسی بھی قیمت پر بابری مسجد کے قاتل کو معاف نہیں کر سکتے۔ مفتی محمد معراج القادری مصباحی نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کلیان سنگھ کے نفرت انگیز اقدامات، زہریلے بیانات اور مسلم دشمنی کے تناظر میں اس کی شبیہ اتنی خراب اور گندی ہے کہ سنجیدہ مزاج رکھنے والا ہندستانی اسے آج بھی برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ تعجب ہے ان سیاسی جماعتوں پر جو اسے ایک طرف اپنے گلے لگا رہی ہیں اور دوسری طرف مسلم ووٹوں کا اپنا حق تصور کرتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پارٹی میں اس کی شمولیت سے اتنا فائدہ نہیں ہوگا جتنا مسلم ووٹوں کے کٹنے سے نقصان ہوگا۔ مولانا نعیم الدین عزیزی مرادآبادی اور مفتی بدر عالم مصباحی نے اپنے مشترکہ بیان میں سخت برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ بابری مسجد قضیہ کے بعد مسلمان جذباتی طور ملائم سنگھ سے جڑ گیا اور آج تک جڑا ہوا ہے۔ بی بی سی کی رپورٹ کے مطابق 90 فی صد مسلمان ملائم سنگھ سے جڑا رہا اور ملائم سنگھ مسلمانوں کو بندھوا مزدور سمجھنے لگے اور مسلسل مسلمانوں کے ساتھ دھوکا اور سبز باغ دکھانے کی سیاست کرنے لگے اور اب تو حد ہو گئی کہ انھوں نے بابری مسجد انہدام کے بڑے مجرم کلیان سنگھ کو اپنی پارٹی میں لے کر مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کی کوشش کی۔ سیاسی بازی گروں کی سازشوں سے آگاہ کرتے ہوئے مفتی صاحب نے کہا کہ اب ضرورت ہے کہ مسلمان ان مداریوں کو سمجھیں اور مضبوط فیصلہ لیں۔ مفتی زاہد علی سلامی نے اپنے غم و غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کلیان سنگھ بابری مسجد کا اصل قاتل ہے، مسلمان کبھی بھی بابری مسجد کی شہادت کے غم کو فراموش نہیں کر سکتا اور نہ اس کے قاتلوں کو معاف کر سکتا ہے۔ مولانا حبیب اختر مصباحی نے کہا کہ کلیان سنگھ کو پارٹی میں شامل کرنے کا فیصلہ سماج وادی پارٹی کا سیاسی دیوالیہ پن ہے، جس کا خمیازہ پارٹی کو آئندہ الیکشن میں بھگتنا ہوگا۔

تنظیم ابنائے اشرفیہ کے ذمہ داروں نے اس رخ پر بھی اظہار تشویش کیا کہ اب سماج وادی پارٹی اہم مسلم لیڈروں کو نظر انداز کر رہی ہے اور علما اور مسلم سیاسی قائدین کے مقابلے میں فلمی دنیا کے لوگوں اور مسلم دشمن عناصر کو زیادہ اہمیت دے رہی ہے، جب کہ اب تک ملائم سنگھ کو مسلمانوں کا مسیحا کہا جاتا تھا۔ میٹنگ میں بڑی تعداد میں علما اور دانش وروں نے شرکت کی۔

☆☆☆☆☆

خیر و خبر

رسالہ: "اسلامی مدنی تعلیم" کی اشاعت وقت کی ضرورت

موجودہ دور میں ملت کے نونہالوں کی دینی وفکری تربیت بے حد ضروری ہے، تاکہ وہ دین کی بنیادی باتوں سے آگاہ ہوں۔ اسی مقصد کو لے کر مدرسہ اہل سنت حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے ذمہ داران نے علامہ محمد عبد المبین نعمانی قادری کی سرپرستی میں "اسلامی مدنی تعلیم" نامی رسالہ شائع کر دیا ہے۔ اس کے تین حصے منظر عام پر ہیں جن میں ضروریاتِ دین، وضو، غسل، نماز، اخلاقی معلومات، والدین کا ادب واحترام، نیز تذکرۂ بزرگانِ دین کو آسان اور عام فہم انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔ مدارس اہل سنت کے ذمہ داران کو چاہیے کہ "اسلامی مدنی تعلیم" کو داخلِ درس فرمائیں تاکہ بچوں کی مذہبی تربیت ہو اور دین کی اہم معلومات کے واقف کار بنیں۔ اسی طرح اس رسالے کو اسکولوں میں بھی عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ شاملِ درس کیا جائے۔ نیک جذبات اور قومی مفاد کی خاطر مرتبینِ رسالہ نے جو کام انجام دیا ہے، وہ لائقِ مبارک باد ہے۔ مرتبین کا عزم ہے کہ وہ باقاعدہ امتحان کا بھی اہتمام کریں گے اور اس میں حصہ لینے والے طلبہ کو سند سے نوازا جائے گا۔ اس علمی کام کو آگے بڑھانے کے لیے مدارس سے وابستہ افراد کو حصہ لینا چاہیے۔ امید کہ رسالہ "اسلامی مدنی تعلیم" کو فروغ ملے گا اور مرتبین اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے۔

از: **غلام مصطفیٰ رضوی**

نوری مشن آگرہ روڈ، مالیگاؤں، ناسک (مہاراشٹر)

عرس رضوی میں کتب کی سیل

حال ہی میں مارہرہ شریف کے عرسِ قاسمی کے موقع پر خانقاہِ برکاتیہ کی جانب سے دینی مکتبوں کے اسٹال کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جس میں شرکائے مکتبہ کو خانقاہ کی طرف سے ہر طرح کی سہولیات فراہم کی گئی تھیں۔ یعنی رہنے، کھانے، پینے کے علاوہ اسٹال کا کرایہ بھی نہیں لیا گیا تھا۔ چونکہ یہ پہلا سال تھا اور شرکائے عرس کو اس کی اطلاع بھی نہیں تھی، اس لیے کتابوں کی حوصلہ افزا سیل نہیں ہوئی، لیکن یہ سلسلہ جاری رہا، تو آئندہ اچھی سیل کی اُمید ہے۔

گزشتہ کئی سالوں سے بریلی شریف میں عرسِ رضوی کے موقع پر اسلامیہ انٹر کالج میں ہندوستان بھر کے دینی اشاعتی اداروں کے ذریعے نہایت ہی رعایتی داموں سے دینی کتابوں کی فروخت کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ نہایت مستحسن اقدام ہے، جس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ عرسِ اعلیٰ حضرت کے موقع پر صرف تین دن میں لاکھوں روپے کی کتابیں فروخت ہو جاتی ہیں اور نہایت مختصر مدت میں اہلِ سُنّت کا لٹریچر ہندوستان اور بیرون ممالک میں پھیل جاتا ہے۔ یہی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا مشن تھا۔ لٹریچر کے ذریعے دین کی دیرپا خدمات انجام دی جاسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے ساری زندگی تصنیف و تالیف پر ہی زور دیا اور ہزار سے زائد کتابیں لکھ کر ہمارے لیے دین و سُنّیت کا عظیم خزانہ چھوڑ گئے۔ اس طرح رعایتی داموں میں کتابوں کی سیل کا سلسلہ تمام ہی اعراسِ بزرگانِ دین میں ہوتا رہے تو کس قدر فوائد ہوں گے، اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ بزرگانِ دین کے اعراس میں ہر جگہ ہی ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں عوام شرکت کرتی ہے۔ اگر شرکا میں سے صرف دس فی صد افراد بھی کتابیں خرید لیں تو مکتبوں کی اچھی خاصی سیل ہو جائے گی اور دینی لٹریچر دور دور تک پہنچ بھی جائے گا۔

لیکن بریلی شریف میں ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ مکتبے والوں کے اخراجات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ صرف تین دن کے لیے جگہ کا کرایہ بہت زیادہ لیا جاتا ہے۔ آنے جانے کا کرایہ، سامان لانے کا کرایہ، آدمیوں کی تنخواہ سب ملا کر بہت زیادہ اخراجات ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ رہنے وغیرہ کی کوئی سہولت بھی نہیں ہوتی۔ گو کہ ایک ایک دکان کی اچھی خاصی سیل ہوتی ہے۔ لیکن اس قدر اخراجات کے ساتھ پچاس فی صد ڈسکاؤنٹ میں کتابیں فروخت کرنے سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا۔ عرسِ اعلیٰ حضرت کے ذمّے داران کو چاہیے کہ اعلیٰ حضرت کے مشن کو بہتر انداز سے جاری رکھنے کے لیے مکتبوں کے کرایے یا تو نہ لیں یا معمولی کرایے پر اسٹال دیں۔ اس طرح مکتبہ والے بھی دل جمعی سے کام کریں گے اور بہتر سے بہتر دینی لٹریچر لانے کی کوشش کریں گے۔ اُمید ہے کہ ذمے داران اس جانب توجہ فرما کر اعلیٰ حضرت کے مشن کو صحیح سمت میں گامزن رکھنے میں تعاون فرمائیں گے۔

از: **محمد زبیر قادری**

تحریکِ فکرِ رضا ممبئی

R.N.I. No. 29292/76 Regd. No.: AZM/N.P.28

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur, Azamgarh (U.P.) - 276404 (INDIA) Phone: (05462) 250092, 250149, Fax: 251448

http://www.aljamiatulashrafia.org E-mail: info@aljamiatulashrafia.org

Jamal Graphics, Varanasi